سید رشید احمد

حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد

Sayed Rashid Ahmad

آنریبل چوہدری سر محمد ظفر اللہ خان صاحب
کے۔ سی۔ ایس۔ آئی۔ ایل ایل۔ ڈی۔ بیرسٹر ایٹ لا
جج فیڈرل کورٹ آف انڈیا

پبلشرز: نیو بک سوسائٹی۔ پوسٹ بکس نمبر ۶۲۔ لاہور

بار اول — تعداد ۵۰۰ — قیمت دو روپے

گیلانی الیکٹرک پریس ہسپتال روڈ لاہور میں باہتمام این جی سین پرنٹر پبلشر چھپکر
نیو بک سوسائٹی۔ دیال سنگھ سٹریٹ۔ نسبت روڈ لاہور
سے شائع ہوا۔

عرضِ ناشر

اپنی کتاب "پنجاب کے ہندو مشاہیر" شائع کرنے کے بعد میں نے ارادہ کیا کہ اسی طرز پر ایک کتاب شائع کروں جس میں پنجاب کے مشاہیر مسلمانوں کے مختصر سوانح درج کئے جائیں۔ اِس سلسلہ میں مَیں نے آنریبل چوہدری سر محمد ظفر اللہ خان صاحب سے درخواست کی۔ کہ وہ حضرت میرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کے سوانح پر ایک مضمون تیار کر دیں۔ پہلے تو اُنہوں نے عذر کیا اور کہا کہ مجھے چاہئیے کہ مَیں اِس کام کے لئے کسی ایسے شخص کو تلاش کروں جو اُنکی نسبت اسے سرانجام دینے کا زیادہ اہل ہو۔ لیکن جب میں نے یہ جانتے ہوئے کہ اکثر لوگوں کی نگہ میں وہ اِس کام کے سب سے زیادہ اہل ہیں اصرار کیا تو اُنہوں نے کسی قدر تامل سے یہ خدمت اپنے ذمہ لے لی۔ نتیجہ اب پبلک کے سامنے ہے۔ ناظرین اندازہ کر سکیں گے کہ فاضل مصنف نے اپنا کام کس قدر اخلاص عقیدت اور قابلیت کے ساتھ سرانجام دیا ہے۔ چند صفحات کے اندر اُنہوں نے سلسلہ احمدیہ کی تاریخ بھی بیان کر دی ہے۔ موجودہ نظام کا خاکہ بھی کھینچ دیا ہے اور مقدس بانئے سلسلہ اور آپ کے خلفاء کی سیرت اور کارناموں پر بھی خوب روشنی ڈال دی ہے۔ یہ مضمون جیسے مَیں نے اوپر لکھا ہے میری کتاب "پنجاب کے مسلمان مشاہیر" کے لئے لکھا گیا تھا۔ اصل کتاب تیار ہو رہی ہے اور عنقریب شائع ہو گی۔ مَیں نے اِس مضمون کو وسیع اشاعت دینے کے لئے اسے رسالہ کی صورت میں الگ شائع کر دیا ہے۔ مَیں امید کرتا ہوں کہ وہ لوگ، جو سچائی کا بے تعصبانہ نگاہ سے مطالعہ کرنا چاہتے ہیں اسے توجہ سے پڑھیں گے۔

اصل مضمون انگریزی زبان میں لکھا گیا اور شائع ہوا۔ اس کی دلچسپی اور قبولیت کا اندازہ کر کے میں نے فیصلہ کیا کہ اس کا اردو ترجمہ بھی شائع کیا جائے۔ میری درخواست پر فاضل مصنف نے انگریزی مضمون کا اردو ترجمہ کرتے ہوئے بعض مقامات کی مزید تشریح بھی کر دی ہے۔

اردو ترجمہ کے ساتھ میں نے مناسب سمجھا کہ حضرت میرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کی تقریروں میں سے کچھ اقتباسات بھی مضمون کے ساتھ بطور تتمہ شامل کر دیئے جائیں۔ ان اقتباسات کو جمع کرنے کی خدمت مولوی خلیل احمد صاحب ناصر بی۔ اے نائب صدر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ نے اپنے ذمہ لی اور کاپیاں لکھوانے اور پروف دیکھنے کے فرائض بھی انہوں نے ادا کئے۔ اس خدمت کے لئے میں اُن کا نہایت ممنون ہوں ۔

لاہور
دسمبر ۱۹۴۴ء

این۔ بی۔ سین۔
منیجنگ ڈائرکٹر
نیو بک سوسائٹی۔ لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت میرزا بشیر الدین محمود احمد

حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثانی امام جماعت احمدیہ کو عالمِ اسلام میں ایک نہایت ہی ممتاز حیثیت حاصل ہے۔ آپ کا شمار اُن نادر ہستیوں میں ہے جو اس کُرّۂ خاکی پر لمبے وقفوں کے بعد ظاہر ہوتی ہیں اور نہ صرف اپنے زمانہ اور اپنی نسل پر اپنا گہرا اثر چھوڑ جاتی ہیں۔ بلکہ انسانی سعی اور جدوجہد کے لئے ایک ایسی جہت اور ایسا نصب العین معین کر دیتی ہیں جو صدیوں تک اُن کا مرکز بنا رہتا ہے۔ آپ کے کام کا صحیح اندازہ کرنے کا وقت ابھی نہیں آیا۔ آپ کی عمر ابھی پچپن ۵۵ سال ہے۔ اور قیاس کیا جاتا ہے کہ آپ کا اہم ترین کام ابھی پردۂ غیب میں ہے۔ لیکن مسٹر نربیرسین ایڈیٹر لٹریری سٹار جو مشاہیر مسلمانانِ پنجاب کے حالاتِ زندگی کے متعلق ایک کتاب شائع کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں مُصر ہیں کہ میں آپ کی سیرت اور آپ کے کام کا ایک مختصر سا خاکہ تیار کروں۔ اِس لئے لاچار مجھے اِس اہم موضوع پر قلم اُٹھانا پڑا ہے۔ میں اپنی بے بضاعتی اور کم مائیگی کو خوب جانتا ہوں اور اپنی کوتاہیوں سے خوب واقف ہوں۔ لیکن الاعمال بالنیات میں نے محض حصولِ ثواب کی خاطر اِس فرض کی ادائیگی کو اپنے ذمہ لیا ہے۔ وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم۔ آپ کی سیرت اور آپ کے کام پر تفصیلاً تبصرہ کرنے کا میں اہل بھی نہیں اور اِس مختصر رسالہ کی یہ غرض بھی نہیں۔ اِس تحریر کا

مقصد صرف اس قدر ہے کہ قارئین کرام کو ایک ایسی ہستی سے روشناس کرادیا جائے جو ایک اعلیٰ ترین نصب العین کے حصول کی خاطر بار آور اور بابرکت سعی کا مسلسل نظارہ ہمارے سامنے پیش کرتی ہے۔

آپ کا خاندان

حضرت میرزا بشیر الدین محمود احمدؓ صاحب حضرت میرزا غلام احمدؑ صاحب قادیانی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فرزند اور اُن کے دوسرے خلیفہ ہیں۔ حضرت میرزا غلام احمدؑ صاحب بانیٔ سلسلہ احمدیہ نے اُنیسویں صدی عیسوی کے آخر میں مسیح موعود اور مہدی معہود ہونے کا دعویٰ کیا۔ آپ کی تحریروں اور تقریروں اور آپ کی بیان کردہ تعلیم نے مذہبی دنیا میں ایک زبردست انقلاب پیدا کردیا جس کا اثر دنیا کے کناروں تک پھیلتا چلا جا رہا ہے۔

حضرت میرزا صاحب کا خاندان چار صدیوں سے قادیان میں آباد ہے۔ ظہیر الدین بابر بادشاہ کو پانی پت کی لڑائی میں فتح حاصل کرکے ہندوستان میں مغلیہ سلطنت کی بنیاد قائم کئے ابھی تھوڑا عرصہ ہی ہوا تھا کہ میرزا ہادی بیگ جو امیر تیمور کے چچا حاجی برلاس کی اولاد میں سے تھے کم وبیش دو صد ہمراہیوں کے ساتھ ہندوستان آئے اور لاہور سے مشرق کی طرف قریباً ۷۰ میل کے فاصلہ پر ایک مقام اپنی رہائش کے لئے تجویز کیا۔ بابر بادشاہ نے میرزا ہادی بیگ کو اس علاقہ میں قاضی کا منصب عطا فرمایا اور ارد گرد کے علاقہ کا انتظام ان کے سپرد کیا۔ میرزا ہادی بیگ نے اپنے صدر مقام کو ایک قلعہ کی صورت میں آباد کیا اور اس کا نام اپنے عہدہ کے لحاظ سے اسلام پور قاضیاں رکھا۔ آہستہ آہستہ یہ نام مختصر ہو کر قاضیاں رہ گیا اور پھر عوام میں قادیان مشہور ہو گیا۔

مغلیہ خاندان کے عہد میں میرزا ہادی بیگ کی اولاد اور خاندان کو بہت اقتدار اور رسوخ حاصل رہا۔ چنانچہ ۱۷۱۶ء میں فرخ سیر بادشاہ نے میرزا فیض محمد خان کو جو اُس وقت قادیان کے مغل خاندان کے سرکردہ تھے عضد الدولہ (سلطنت کا بازو) کا لقب عطا کیا اور ہفت ہزاری کے منصب پر مامور کیا۔ ہفت ہزاری کا منصب عموماً مغلیہ دربار کے امرائے عظام کے لئے مخصوص تھا۔ عالمگیر ثانی اور شاہ عالم ثانی کے فرمانوں سے بھی پتہ چلتا ہے کہ قادیان کے مغل روساء کو ان بادشاہوں کے وقت میں بھی مغلیہ دربار میں عزت و اکرام حاصل تھا۔ لیکن اُس وقت تک حکومت میں انحطاط کے آثار شروع ہو گئے تھے۔ مرکز کا اقتدار کمزور ہو رہا تھا اور علاقوں میں بدامنی اور فساد پھیلتے جا رہے تھے۔ اگرچہ پنجاب کا صوبہ دار السلطنت کے پہلو میں واقعہ تھا لیکن یہ بھی طوائف الملوکی کا اکھاڑہ بن گیا تھا۔ امن اور انتظام کی جگہ فساد اور ظلم نے لے لی تھی۔ قادیان کا علاقہ اور یہاں کا رئیس خاندان بھی اس فساد اور ظلم کا شکار ہوئے۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ کے برسر اقتدار آنے سے عین پہلے افراتفری کے حالات میں میرزا گل محمد صاحب (جو بانئے سلسلہ احمدیہ کے پردادا تھے) تو استقلال کے ساتھ پیش آمدہ حالات کا مقابلہ کرتے رہے لیکن ان کے بیٹے میرزا عطا محمد کو سخت ہزیمت کا سامنا ہوا اور خاندان کے بہت سے افراد کی جانیں بھی تلف ہوئیں جس کے نتیجہ میں انہیں قادیان کو چھوڑ کر ایک قریب کے علاقہ میں پناہ لینی پڑی۔

مہاراجہ رنجیت سنگھ نے اس خاندان کو قادیان واپس آنے کی اجازت دی اور قادیان

اور اردگرد کے چند دیہات پر حقوق مالکانہ عطا کئے۔ جب پنجاب میں انگریزی عملداری ہوگئی تو خاندان کی جاگیر ضبط کرلی گئی اور اس کے بدلہ میں ایک معمولی سی پنشن دی گئی اور قادیان اور اس سے ملحقہ تین مواضعات پر حقوق مالکانہ تسلیم کئے گئے۔ غدر کے موقعہ پر میرزا غلام مرتضیٰ صاحب رئیس قادیان نے اپنی گرہ سے خرچ کرکے پچاس سواروں کا دستہ مع سازوسامان تیار کیا اور اپنے بڑے بیٹے میرزا غلام قادر صاحب کی کمان میں اُسے جنرل نکلسن کی مدد کے لئے بھیجا جو اس وقت دریائے راوی کے کنارے تریموگھاٹ کے مقام پر باغیوں کے ساتھ برسرپیکار تھے۔

حضرت میرزا غلام احمدؐ علیہ الصلوٰۃ والسلام

حضرت میرزا غلام احمدؐ صاحب علیہ الصلوٰۃ والسلام میرزا غلام مرتضیٰ صاحب کے چھوٹے فرزند تھے۔ آپ کی ولادت ۱۸۳۵ء میں ہوئی۔ بچپن سے ہی آپ کو قرآن کریم کے ساتھ عشق اور اُس کے مطالعہ کا شوق تھا۔ اور آپ کے وقت کا اکثر حصہ اللہ تعالےٰ کی عبادت اور اُس کی یاد میں گذرتا تھا۔ آپ کے والد صاحب کی خواہش تھی کہ آپ دنیا کے معاملات میں بھی دلچسپی لیں اور کوئی ایسا پیشہ یا کام اختیار کریں جس کے ذریعہ خاندان کی گذشتہ عزت اور فراخ حالی کے دوبارہ قیام میں مدد مل سکے۔ لیکن آپ کو اِس قسم کی سرگرمیوں کے ساتھ کوئی دلچسپی نہ تھی بلکہ انہیں نفرت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ آپ کے والد صاحب جو کام آپ کے سپرد کرتے تھے یا جو حکم آپ کو دیدیتے تھے۔ اُسے تو آپ اطاعت کے خیال سے بجالاتے تھے لیکن آپ کے دل میں اِن مشاغل کے متعلق ناپسندیدگی اور کراہت تھی اور آپ چاہتے تھے کہ آپ کو اپنے حال پر چھوڑ دیا جائے۔ تاکہ محبت الٰہی کی جو آپ نے اپنے دل میں لگا رکھی تھی اُس میں محو رہیں

آخر جب آپ کے والد صاحب کو یہ احساس ہو گیا کہ آپ کو دنیاوی امور کیساتھ کوئی دلچسپی نہیں اور آپ کسی اور ہی دُھن میں لگے ہوئے ہیں تو انہوں نے بھی زور دینا چھوڑ دیا اگرچہ اُنہیں یہ فکر ضرور رہتی تھی اور وہ اِس کا اظہار بھی کرتے رہتے تھے کہ میرے اِس بیٹے کا کیا حال ہو گا۔

میرزا غلام مرتضیٰ صاحب ۱۸۷۶ء میں فوت ہو گئے۔ اُن کی وفات پر خاندان کی سرکردگی اُن کے بڑے بیٹے میرزا غلام قادر صاحب کے سپرد ہوئی لیکن وہ بھی چند سال بعد لاولد فوت ہو گئے۔

حضرت میرزا غلام احمد صاحب علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے دل میں اِس بات کا گہرا احساس تھا کہ اِس زمانہ میں اسلام چاروں طرف سے دشمنوں کے حملوں کا نشانہ بنا ہوا ہے اور مسلمان ہر پہلو سے پستی کی حالت میں ہیں۔ آپ نے اپنی تقریروں اور تحریروں میں اِس احساس کا اظہار نہایت دردمندانہ الفاظ میں کیا ہے۔ ایک مقام پر فرماتے ہیں:۔

می سزد گر خون ببارد دیدۂ ہر اہلِ دیں
بر پریشاں حالیٔ اسلام و قحط المسلمیں

ہر طرف کفر است جوشاں ہمچو افواجِ یزید
دینِ حق بیمار و بیکس ہمچو زین العابدین

ہر کسے از بہرِ نفسِ دوں خود طرفے گرفت
طرفِ دیں خالی شد و ہر دشمنے جست از کمیں

ایں دو فکرِ دینِ احمد مغزِ جانِ ما گداخت
کثرتِ اعدائے ملت قلتِ انصارِ دیں

اور ایک اور جگہ فرمایا:۔

بیکسے شد دینِ احمد ہیچ خویش و یار نیست
ہر کسے در کارِ خود با دینِ احمد کار نیست

ہر زماں از بہرِ دیں در خون دلِ من مے تپد
محرمِ ایں دردِ ما جُز عالمِ اسرار نیست

آنکہ بر ما مے رود از غم کہ داند جُز خدا
زہر مے نوشیم لیکن زہرۂ گفتار نیست

ہر کسے غمخواریٔ اہل و اقارب مے کند
اے دریغ ایں بیکسے را ہیچ کس غمخوار نیست

اور ایک اسلام پر ہی موقوف نہیں تھا۔ عام طور پر مذہبی عقائد اور دینی تعلیموں کے متعلق لوگوں کا ایمان کمزور اور کھوکھلا ہو چکا تھا اور یقین کی جگہ شک اور شبہات نے لے لی تھی۔ جو لوگ اپنے تئیں مختلف مذاہب کے پیرو ظاہر بھی کرتے تھے اُن کا علم سطحی اور ان کا ایمان رسمی رہ گیا تھا۔ حقیقی ایمان اور عرفان سے دنیا نا آشنا اور بیگانہ ہو چکی تھی۔ ان حالات کے احساس سے آپ کا دِل درد سے بھر جاتا تھا اور آپ اپنے خالق و مالک کے حضور آہ و زاری میں مشغول ہو جاتے تھے۔

آپ کو مقدس بانئے اسلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی ذات مبارک کیساتھ والہانہ عشق تھا قرآن کریم آپ کی روح کی غذا اور آپ کی ہستی کا سہارا تھا اسلام اور اُس کی پاک تعلیم پر آپ کا ہر ذرہ فدا تھا۔ آپ کا دِل خلق اللہ کی ہمدردی میں گداز تھا۔ چنانچہ فرماتے ہیں :۔

بعد از خدا بعشقِ محمدؐ مخمرم
گر کفر این بود بخدا سخت کافرم

ہر تار و پودِ من بسرائید لعشقِ او
از خود تہی و از غمِ آں دلستاں پُرم

اور پھر فرمایا :۔

در رہِ عشقِ محمدؐ ایں سر و جانم رود
ایں تمنا ایں دعا ایں در دلم عزمِ صمیم

قرآن کریم کی تعریف میں فرماتے ہیں :-

از نورِ پاکِ قرآں صبحِ صفا دمیدہ
بر غنچہ ہائے دلہا بادِ صبا وزیدہ

ایں روشنی و لمعاں شمس الضحیٰ ندارد
ویں دلبری و خوبی کس در قمر ندیدہ

کیفیتِ علومش دانی چہ شان دارد
شہدیست آسمانی از وحیِ حق چکیدہ

آنکس کہ عالمش شد شد مخزنِ معارف
واں بے خبر ز عالم کیں عالمے ندیدہ

اور پھر فرمایا۔

از وحیِ خدا صبحِ صداقت بدمیدہ
چشمیکہ ندید آں صحفِ پاک چہ دیدہ

کاخِ دلِ ما شد زہماں نافہ معطر
واں یار بیامد کہ زما بود رمیدہ

آں دل کہ جز از وے گُل گلزار خدا جست
سوگند تواں خورد کہ بوئش نشمیدہ

با حور ندہم نسبت آں نور کہ بینم
صد حور کہ بہ پیراہن او حلقہ کشیدہ

آپ اسلام کی خدمت کی طرف اِن الفاظ میں دعوت دیتے ہیں۔

دوستاں خود را نثارِ حضرتِ جاناں کنید
در رہِ آں یارِ جانی جان و دل قرباں کنید

آں دلِ خوش باش را کاندر جہاں جوئید نیز
از پئے دینِ محمدؐ کلبۂ احزاں کنید

از تعیش ہا بروں آئید اے مردانِ حق
خویشتن را از پئے اسلام سرگرداں کنید

آپ کی ہمدردئ خلق کا کسی قدر اندازہ آپ کے اِس کلام سے ہو سکتا ہے۔

بدیں شادم کہ غم از بہرِ مخلوقِ خدا دارم
ازیں در لذتم کز درد مے خیزد ز دل آہم

مرا مقصود و مطلوب و تمنا خدمتِ خلق است
ہمیں کارم ہمیں بارم ہمیں رسمم ہمیں راہم

نہ من از خود نہم در کوچۂ پند و نصیحت پا ۔۔۔ کہ ہمدردی بُرد آنجا بہ جبر و زور و اکراہم

غمِ خلقِ خدا صرف از زباں خوردن چہ را کانیست ۔۔۔ گرش صد جاں بپا ریزم ہنوزش عذر میخواہم

اور پھر اِسی ضمن میں فرمایا :۔

توانم کہ ایں عہد و پیماں کنم ۔۔۔ کہ جاں در رہِ خلق قرباں کنم

توانم کہ سر ہم دریں رہ دہم ۔۔۔ ولے بدگماں را چہ درماں کنم

اِن تمام جذبات کے اثر کے ماتحت آپ نے اپنی معرکۃ الآرا تصنیف براہین احمدیہ کی تالیف و اشاعت کا تہیہ فرمایا ۔ اور ابتدا میں اِس کی چار جلدیں شائع کیں ۔ آپ کی اِس تصنیف کا موضوع یہ تھا کہ اسلام ایک زندہ اور زندگی بخش مذہب ہے ۔ جس کی تعلیم پر عمل کر کے انسان اپنے خالق و مالک کے ساتھ حقیقی تعلق پیدا کر سکتا اُس کا عرفان حاصل کر سکتا اور اُس کے قرب کو پا سکتا ہے ۔ اور یہ کہ قرآن کریم کی تعلیم اور اسلام کی ہدایات پر عمل کر کے انسان اعلیٰ سے اعلیٰ اخلاقی علمی اور روحانی کمال کو پہنچ سکتا ہے اور یہ تعلیم تمام دیگر مذاہب کی تعلیموں کے مقابلہ میں اعلیٰ اور برتر اور اکمل ہے ۔ آپ نے اِن دعاوی کو زبردست علمی اور عقلی دلائل سے ثابت کیا اور مخالفین کو تحدی کے ساتھ مقابلہ کی دعوت دی ۔ آپ نے اس تصنیف میں اپنے تئیں صاحب وحی و الہام کے طور پر پیش کیا اور کثرت سے اپنے الہامات کشوف و رویا کو اس میں درج فرمایا ۔ ہندوستان بھر کے اسلامی علمی طبقوں نے اِس تصنیف کا نہایت گرمجوشی سے استقبال کیا اور اِس کے شائع ہوتے ہی مسلمانوں میں یہ احساس پیدا ہو گیا کہ اسلام کے حقائق کی حمایت میں ایک فاتح شہسوار میدان میں نکل کھڑا ہوا ہے ۔ اُس زمانے

میں بعض دیگر حامیانِ اسلام نے بھی اسلام کی تائید میں تصنیفات شائع کیں لیکن اُن میں زیادہ تر معذرت اور دفاع کا پہلو نمایاں تھا۔ اسلام کے محاسن اور کمالات کو اس قدر وثوق اور اعتماد کے ساتھ اور روشن اور مضبوط دلائل کی تائید کے ساتھ پیش نہیں کیا گیا تھا۔ جس جس نے بھی اِس تصنیف کا مطالعہ کیا وہ یہ تسلیم کرنے پر مجبور ہو گیا کہ آپ دورِ حاضرہ میں اسلام کے جیّد ترین عالم اور سب سے زبردست حامی ہیں۔ چنانچہ ایک مسلمان فاضل نے (جو بعد میں آپ کے اشد ترین مخالفین میں سے ہو گئے) لکھا کہ گذشتہ تیرہ سو سال میں کسی شخص نے اسلام کی ایسی زبردست حمایت اور جان نثارانہ خدمت نہیں کی جس قدر آپ نے کی ہے۔

ایک عظیم الشان نشان جیسے جیسے آپ کے دعویٰ الہام کی اشاعت ہوتی گئی مخالفت بھی پیدا ہوتی شروع ہو گئی۔ چونکہ آپ اِس بنا پر اسلام کی طرف دعوت دیتے تھے کہ اسلام کی تعلیم پر عمل کر کے انسان اللہ تعالیٰ کی معرفت اور اُس کا قرب حاصل کر سکتا ہے۔ اور اپنے تئیں بطور مثال کے پیش کرتے تھے کہ اللہ تعالےٰ آپ کی دعاؤں کو شرفِ قبولیت بخشتا ہے اور آپ کو اپنے مکالمہ اور مخاطبہ سے سرفراز فرماتا ہے اس لئے قادیان کے بعض غیر مسلم اصحاب نے اپنے تئیں حق کا متلاشی جتلاتے ہوئے آپ کی خدمت میں ایک خط تحریر کیا جس میں وہ آپ سے ایک ایسے نشان کے طالب ہوئے جو اپنے اندر الٰہی تائید اور قدرتِ نمائی کا ثبوت رکھتا ہو اور جس سے اسلام کی صداقت ثابت ہوتی ہو۔ چنانچہ آپ نے اِس غرض کے لئے ایک سفر اختیار کیا اور ایک علیحدگی

کے مقام پر آستانۂ الٰہی پر گر کر ایک لمبا عرصہ عاجزانہ تضرعات میں صرف کیا اور جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپکو قبولیت کا مژدہ پہنچا تو آپ نے ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو بشارت آپ کو ملی تھی اُسے شائع فرمایا۔ اِس پیشگوئی کے الفاظ یہ تھے:۔

"خدائے رحیم وکریم بزرگ و برتر نے جو ہر ایک چیز پر قادر ہے (جلّ شانہٗ و عزّ اسمہٗ) مجھ کو اپنے الہام سے مخاطب کر کے فرمایا۔ کہ

"میں تجھے ایک رحمت کا نشان دیتا ہوں۔ اِسی کے موافق جو تو نے مجھ سے مانگا۔ سو مَیں نے تیری تضرعات کو سنا اور تیری دعاؤں کو اپنی رحمت سے بپایۂ قبولیت جگہ دی۔ اور تیرے سفر کو تیرے لئے مبارک کر دیا۔ سو قدرت اور رحمت اور قربت کا نشان تجھے دیا جاتا ہے فضل اور احسان کا نشان تجھے عطا ہوتا ہے اور فتح اور ظفر کی کلید تجھے ملتی ہے۔ اے مظفر تجھ پر سلام۔ خدا نے یہ کہا تا وہ جو زندگی کے خواہاں ہیں موت کے پنجہ سے نجات پاویں اور وہ جو قبروں میں دبے پڑے ہیں باہر آویں۔ اور تا دینِ اسلام کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہو۔ اور تا حق اپنی تمام برکتوں کے ساتھ آجائے اور باطل اپنی تمام نحوستوں کے ساتھ بھاگ جائے۔ اور تا لوگ سمجھیں کہ مَیں قادر ہوں جو چاہتا ہوں کرتا ہوں۔ اور تا وہ یقین لائیں کہ مَیں تیرے ساتھ ہوں۔ اور تا انہیں جو خدا کے وجود پر ایمان نہیں رکھتے اور خدا کے دین اور اُس کی کتاب اور اُس کے پاک رسول محمد مصطفیٰ کو انکار اور تکذیب کی نگاہ سے دیکھتے ہیں ایک کھلی نشانی ملے اور مجرموں کی راہ ظاہر

ہو جائے۔

"سو تجھے بشارت ہو کہ ایک وجیہہ اور پاک لڑکا تجھے دیا جائیگا۔ ایک زکی غلام (لڑکا) تجھے ملیگا۔ وہ لڑکا تیرے ہی تخم سے تیری ہی ذریت اور نسل ہوگا۔ خوبصورت پاک لڑکا تمہارا مہمان آتا ہے۔ اُس کا نام عمنوائیل اور بشیر بھی ہے۔ اُس کو مقدس روح دی گئی ہے اور وہ رِجس سے پاک ہے۔ وہ نور اللہ ہے۔ مبارک وہ جو آسمان سے آتا ہے۔ اُس کے ساتھ فضل ہے جو اُس کے آنے کے ساتھ آئیگا۔ وہ صاحبِ شکوہ اور عظمت اور دولت ہوگا۔ وہ دنیا میں آئیگا اور اپنے مسیحی نفس اور روح الحق کی برکت سے بہتوں کو بیماریوں سے صاف کریگا۔ وہ کلمۃ اللہ ہے کیونکہ خدا کی رحمت وغیوری نے اُسے کلمۂ تمجید سے بھیجا ہے۔ وہ سخت ذہین و فہیم ہوگا۔ اور دل کا حلیم اور علوم ظاہری اور باطنی سے پُر کیا جائیگا۔ اور وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا۔ دوشنبہ ہے مبارک دوشنبہ۔ فرزند دلبند گرامی ارجمند مظہر الاول والآخر مظہر الحق والعلاء کان اللہ نزل من السماء، جس کا نزول بہت مبارک اور جلال الٰہی کے ظہور کا موجب ہوگا۔ نور آتا ہے نور جس کو خدا نے اپنی رضامندی کے عطر سے ممسوح کیا۔ ہم اُس میں اپنی روح ڈالیں گے اور خدا کا سایہ اُس کے سر پر ہوگا۔ وہ جلد جلد بڑھیگا اور اسیروں کی رستگاری کا موجب ہوگا۔ اور زمین کے کناروں تک شہرت پائیگا اور قومیں اُس سے برکت پائیں گی۔ تب اپنے نفسی نقطہ آسمان کی طرف اُٹھایا جائیگا۔ وکان امراً مقضیا

اس پیشگوئی میں جس بیٹے کی پیدائش کی بشارت دی گئی تھی۔ اور جس کی بعض صفات اور کاموں کا اس میں ذکر کیا گیا تھا اُس کی ولادت ۱۲ جنوری ۱۸۸۹ء کو ہوئی۔ اُس فرزند ارجمند کا نام بشیر الدین محمود احمد رکھا گیا اور وہی جماعت احمدیہ کے موجودہ امام ہیں۔ جنکے سوانح کا یہ مختصر خاکہ پیش کیا جا رہا ہے۔

حضرت میرزا غلام احمد صاحب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اِس بیٹے کی پیدائش کے ساتھ ہی جماعت احمدیہ کے قیام کا اعلان بھی فرمایا۔ گویا جماعتِ احمدیہ اور اُس کے موجودہ امام کی پیدائش ایک ہی وقت میں ہوئی۔

حضرت میرزا غلام احمد کا دعویٰ مسیحیت

حضرت میرزا غلام احمد صاحب علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دعویٰ مسیح موعود ہونے کا اِن معنوں میں نہیں تھا کہ گویا جسمانی طور پر آپ وہی مسیحؑ ہیں جو آج سے ساڑھے اُنیس صد سال قبل بنی اسرائیل میں بطور نبی مبعوث کئے گئے تھے اور نہ ان معنوں میں کہ گویا حضرت مسیح علیہ السلام کی روح تناسخ کے اصول کے مطابق آپ کے جسم کے اندر ظاہر ہوئی۔ اِس قسم کے عقائد تو سراسر اسلام کی تعلیم کے خلاف ہیں۔ آپ کا دعویٰ مسیح موعود ہونے کا اِن معنوں میں تھا کہ بوجہ اُس کام کے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کے سپرد کیا گیا تھا اور اُن روحانی طاقتوں کے جو اِس کام کی تکمیل کے لئے آپ کو عطا کی گئی تھیں آپ کو مسیح علیہ السلام کے ساتھ اشد روحانی مشابہت اور مماثلت تھی اور اِس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے روحانی طور پر آپ کا نام مسیحؑ رکھا آپ وہی مسیح تھے جس کے ظہور کا اُمتِ محمدیہ میں وعدہ تھا اور جسے مسیحؑ موعود کے نام سے موسوم کیا گیا تھا اور آپ کا ظہور ہی حضرت مسیح علیہ السلام کی

بعثت ثانیہ تھا۔ اسی طرح آپ کا دعویٰ تھا کہ آپ مہدی اور مثیل کرشن علیہ السلام بھی ہیں اور وہی موعود ہیں جس کے آخری زمانہ میں ظاہر ہونے کے متعلق دنیا کے تمام بڑے مذاہب میں پیشگوئیاں موجود ہیں۔

آپ قرآن کریم کو اللہ تعالیٰ کا کلام اور آخری شریعت یقین کرتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو مطابق حکم قرآن کریم کے خاتم النبین یقین کرتے تھے کہ جن کی کامل پیروی کے بغیر روحانی کمالات کا حصول ناممکن ہے اور جن کی پیروی سے ہر قسم کے روحانی انعامات حاصل ہو سکتے ہیں۔ آپ کے نزدیک روحانی کمالات میں سب سے اعلیٰ درجہ بروزی نبوت کا ہے۔ یعنی ایسی نبوت جس کے ساتھ کوئی نئی شریعت شامل نہیں اور جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سچی اور کامل پیروی اور فرمانبرداری میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوتی ہے اور اس لحاظ سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہی کی نبوت کا بروز اور عکس اور اس کا حصہ ہے نہ کہ کوئی نئی نبوت۔ آپ کا دعویٰ تھا کہ اس قسم کی نبوت آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کی گئی تاکہ آپ زندہ نشانات کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی ذات پر ایمان اور یقین لوگوں کے دلوں میں پیدا کریں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی صداقت اور قرآن کریم کی حقانیت اور اسلام کی سچائی ثابت کریں۔ اور قرآن کریم اور اسلام کی وہ تعلیمیں جو اس زمانہ کے متعلق ہیں اور جو لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ ہیں الہام اور وحی کی روشنی میں دنیا پر ظاہر کریں اور اپنی پاکیزہ زندگی سے سچی اسلامی زندگی کا نمونہ قائم کریں۔

آپ کے دعاوی نے مسلم اور غیر مسلم اقوام میں مخالفت کا ایک طوفان برپا

کردیا۔ چاروں طرف سے آپ کو ملامت اور بدزبانی کا نشانہ بنایا گیا اور آپ کی اور آپ کے متبعین کی ایذا رسانی میں کوئی دقیقہ باقی نہ رکھا گیا۔ لیکن یہ تمام ایذائیں اور تلخیاں آپ کے عزم اور استقلال میں ایک جنبش تک پیدا نہ کرسکیں اور آپ بکمال سرگرمی سے اُن مقاصد کی مہمیں میں مصروف رہے جن کے حصول کے لئے اللہ تعالیٰ نے آپ کو مامور فرمایا تھا۔ اُن دکھوں اور تکلیفوں کے متعلق آپ کے دل کی کیفیت یہ تھی۔

کافر و ملحد و دجّال ہمیں کہتے ہیں — نام کیا کیا غمِ ملّت میں رکھایا ہم نے
گالیاں سن کے دعا دیتا ہوں اُن لوگوں کو — رحم ہے جوش میں اور غیظ گھٹایا ہم نے

اور فرمایا۔

لنا عند المصائب یا حبیبی — رضاءٌ ثم ذوقٌ وارتیاحٌ

(یعنی اللہ تعالیٰ کے رستہ میں دنیا کی طرف سے جو دکھ اور تکلیفیں ہمیں دی جاتی ہیں اُن کے متعلق تو ہماری یہ حالت ہے کہ پہلے تو ہم انہیں خوشی سے قبول کرتے ہیں اور پھر ہمیں اُن میں مزہ آنے لگتا ہے اور آخر ہمیں اُن میں راحت محسوس ہوتی ہے)

اور سچی بات تو یہ ہے کہ جو دل اللہ تعالیٰ کی محبت سے سرشار ہو اُس میں کسی اور خوف کی گنجائش نہیں رہ جاتی۔ جیسے آپ فرماتے ہیں:۔

نے ترسیم از فرعون چناں خوف از دل افگندیم
کہ ما مُردیم ازاں روزے کہ دل از غیر برکندیم
دل و جاں در رہِ آں دلستانِ خود خدا کردیم
اگر خانبازِ ما خواہد بصد دل آرزومندیم

آپ کا تمام بھروسہ اللہ تعالیٰ پر ہی تھا اور وہی آپ کا سہارا تھا جیسے آپنے فرمایا

من در حریم قدس چراغ صد اقتم دستش محافظ است ز ہر باد صرصرم

اے آنکہ سوئے من بدویدی بصد تبر از باغباں بترس کہ من شاخ مثمرم

آپ نے ہر رنگ میں اُس امانت کے پہنچانے میں سعی فرمائی جو آپ کے سپرد کیگئی تھی۔ آپ کے دن رات اِسی فکر اور کوشش میں گذرتے تھے۔ تقریر اور تحریر، اشتہار اور رسالے۔ کتب اور تصانیف نظم اور نثر ہر ممکن ذریعہ آپنے اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچانے کے لئے استعمال فرمایا۔ اِس غرض کے لئے آپ نے اسّی کے قریب کتابیں اور رسالے تصنیف فرمائے۔ اکثر اُن میں سے اردو زبان میں ہیں لیکن چند عربی اور فارسی زبانوں میں بھی ہیں۔ اِن تمام ذرائع سے آپ نے اسلام کے محاسن اور اُسکی تعلیم اور اپنے دعاوی کی متواتر تبلیغ جاری رکھی اور زبردست دلائل اور نشانات اُن کی تائید میں پیش کئے۔ آپ اپنی وحی اور الہامات اور کشوف اور رویا بھی ساتھ ساتھ شائع فرماتے۔ آپ کی بہت سی پیشگوئیاں پوری ہوچکی ہیں اور باقی اپنے اپنے وقت پر پوری ہو کر آپ کی صداقت کے تازہ نشان اور ثبوت بہم پہنچاتی رہیں گی۔

آہستہ آہستہ آپ کے گرد مخلصین کی ایک جماعت جمع ہونی شروع ہوگئی جو اپنا وقت مال اور جان آپ کے مقاصد کی تکمیل کی خاطر قربان کرنے کے لئے ہر وقت تیار رہتی۔ علم و فضل۔ جاہ و ثروت کے لحاظ سے اِس جماعت میں ہر طبقہ کے لوگ شامل تھے اور اگرچہ اِس جماعت کی بہت بڑی کثرت مسلمان کہلانے والوں میں سے تھی لیکن بعض اُن میں سے غیر مسلم اقوام سے بھی شامل

ہوئے تھے۔ اور یہ جماعت ہندوستان تک ہی محدود نہ تھی۔ آپ کی زندگی ہی میں آپ کے قائم کردہ سلسلہ کی تبلیغ بعض غیر ممالک تک بھی پہنچ چکی تھی۔ اور ہندوستان سے باہر بھی بعض مخلصین آپ کے دعویٰ کو قبول کر کے آپ کی جماعت میں شامل ہو چکے تھے۔ افغانستان میں تو حضرت صاحبزادہ عبداللطیف صاحب جیسے جلیل القدر رئیس بزرگ اور عالم آپ کی تائید میں اپنی جان کی قربانی پیش کر کے آپ کی صداقت پر مہر لگا چکے تھے۔

آپ کی وفات ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو بمقام لاہور ہوئی۔ آپ کے اشد ترین مخالفین آپ کے سلسلہ کی بڑھتی ہوئی ترقی کے مقابلہ پر اپنی ناکامی کے احساس کو اس قیاس سے ہلکا کر لیتے تھے۔ کہ آپ کی وفات کے بعد یہ سلسلہ جسے وہ اپنے زعم میں اسلام اور مسلمانوں کے لئے سخت فتنہ بلکہ ہلاکت کا موجب خیال کرتے تھے خود بخود نیست و نابود ہو جائیگا۔ آپ کی جماعت کے لئے آپ کی وفات ایک زلزلۂ عظیمہ تھی اور سلسلہ احمدیہ کو جو اسلام ہی کا دوسرا نام ہے کے لئے ایک ناقابلِ برداشت صدمہ تھی۔ آپ کی وفات سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بعد اسلام کی سب سے بڑی ہستی اس دنیا سے رخصت ہو گئی۔

پاکیزہ عزم صمیم اپنے مقدس باپ کی وفات کے وقت حضرت میرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کی عمر انیس[۱۹] سال سے کچھ اوپر تھی۔ اس سانحۂ عظیمہ کے وقوع ہوتے ہی پہلی بات جو آپ سے صادر ہوئی اُس سے آپ کے اس مقصد عالیہ اور علو ہمت کا پتہ چلتا ہے۔ جس کے حصول کیلئے گذشتہ چھتیس سال میں آپ ہر لحظہ کوشاں رہے ہیں اور اُس عزم اور استقلال پر اطلاع ملتی ہے جو آپ کا نمایاں

خاصہ ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات ہوتے ہی آپ نے اُس پلنگ کے پاس کھڑے ہو کر جس پر حضور کا جسدِ مبارک تھا اللہ تعالیٰ کے حضور عہد کیا کہ آپ حضرت مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ والسلام کے پیغام کو دنیا میں پہنچاتے چلے جائیں گے خواہ آپ کو اکیلے ہی اس کام کو کرنا پڑے اور ایک بھی انسان آپ کا ساتھ نہ دے۔ پچھلے چھتیس سال کے عرصہ میں کسی لحظہ بھی آپ کے اِس عزم میں تزلزل واقعہ نہیں ہوا بلکہ ہر نئے دن کے چڑھنے کے ساتھ یہ عزم مضبوط تر ہوتا گیا۔ اور آپ اِس عہد کو پورے استقلال کے ساتھ نباہتے چلے جا رہے ہیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح اول رضؓ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نعش مبارک کو لاہور سے قادیان لیجایا گیا اور وہیں اُس کی تدفین ہوئی۔ اُس موقعہ پر جماعت کے جو افراد قادیان پہنچ سکے اُنہوں نے باتفاق رائے حضرت حاجی حکیم مولوی نورالدین صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جو بلاشبہ جماعت میں اپنے علم اور عرفان اور تقویٰ کے لحاظ سے سب سے ممتاز حیثیت رکھتے تھے خلیفہ منتخب کیا اور جماعت کے تمام افراد نے جہاں جہاں بھی وہ تھے آپ کی بیعت کر کے اِس انتخاب کی تصدیق کی۔

حضرت خلیفۃ المسیح اول رضؓ نہ صرف ایک فاضلِ اجل اور عالمِ بےمثل تھے۔ بلکہ ساتھ ہی ایک نہایت اعلیٰ پایہ کے طبیب بھی تھے اور کئی سال تک مہاراجہ صاحب جموں و کشمیر کے دربار میں شاہی طبیب رہ چکے تھے۔ آپ کا مطالعہ نہایت وسیع تھا اور آپ علم اور دانشمندی کی چلتی پھرتی تصویر تھے۔ آپ کے احسان اور خیرات کی کوئی حدبندی نہ تھی۔ وہ لوگ بھی جو جماعت میں شامل نہیں تھے۔

آپ کو نہایت احترام کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ آپ نے امورِ سلسلہ کا انتظام نہایت حزم اور دانشمندی سے فرمایا اور اعلیٰ درجہ کے روحانی پیشوا ثابت ہوئے۔

آپ کی خلافت کے زمانہ کے آخر میں بعض ایسے آثار ظاہر ہونے شروع ہو گئے جس سے مترشح ہوتا تھا کہ جماعت کا ایک قلیل حصہ اِس نظام پر مطمئن نہیں جس کے ماتحت جماعت کی روحانی اور اخلاقی ہدایت اور راہنمائی اور انتظامی امور کی سرانجام دہی کی ذمہ داری ایک فردِ واحد یعنی واجب الاطاعت خلیفہ کے سپرد ہو خواہ وہ تدبیر اور تقویٰ کے اعلیٰ سے اعلیٰ مدارج کا مالک ہو۔ اِن لوگوں کا خیال تھا کہ اُن تمام امور کی آخری ذمہ داری صدر انجمن احمدیہ کے سپرد ہونی چاہئیے اور خلیفہ کو انجمن کی زیرِ نگرانی کام کرنا چاہئیے۔ حضرت خلیفہ اولؓ نے بار بار اِس نظریہ کی تردید فرمائی اور اِس کے نقصانات اور خطرات سے جماعت کو آگاہ فرمایا۔ اور اگرچہ اُس وقت معلوم ہوتا تھا کہ یہ تحریک دب گئی ہے اور یہ خیالات مٹ گئے ہیں۔ لیکن بعد کے حالات نے ثابت کر دیا کہ سطح کے نیچے یہ خیالات اپنا زہر پھیلائے چلے جا رہے تھے۔ اس رَو کے محرک اور مؤید چند ایسے اشخاص تھے جن کی طبائع پر ایک طرف تو عام مغربی سیاسی خیالات کا غلبہ تھا اور دوسری طرف عام مسلمان طبقہ میں جو ابھی تک حضرت مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے دعاوی کو قبول کرنے کے لئے تیار نہیں تھے۔ ہر دلعزیز بننے کی خواہش تھی۔

حضرت میرزا بشیر الدّین محمود احمد صاحب کی تعلیم اور آپ کے عہدِ نوجوانی کے مشاغلِ دینیہ

حضرت میرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب اس زمانہ میں اپنی تعلیم کی تکمیل میں مصروف تھے۔ ابتداءً میں آپ نے چند سال تعلیم الاسلام

ہائی سکول قادیان میں تعلیم حاصل کی تھی۔ لیکن امتحانات وغیرہ کے معیار کے لحاظ سے آپ نے سکول میں کوئی نمایاں کامیابی حاصل نہیں کی۔ بلکہ یہ کہنا درست ہوگا کہ آپ اس تمام عرصہ میں شاید ایک امتحان بھی پاس نہیں کر سکے۔ مدرسہ کے اساتذہ سال بسال آپ کو رعایتاً اگلی جماعت میں ترقی دے دیتے تھے اس طرح آپ سکول کی آخری جماعت تک پہنچ گئے لیکن یونیورسٹی کے امتحان میں ناکام رہنے سے آپ کی تعلیم کا یہ رسمی باب ختم ہو گیا۔ شاید اس طرح اللہ تعالےٰ کو اپنے اُس کلام کی غیر معمولی عظمت کا اظہار مقصود تھا کہ "وہ علوم ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائیگا" تا دنیا پر یہ ظاہر ہو کہ اُسکی تعلیم کے ناقص رہنے کے باوجود بانئ سلسلہ احمدیہ کے موعود فرزند نے ظاہری اور باطنی علوم میں کتنا کمال حاصل کیا جو دنیا بھر کے ظاہری اور باطنی عالموں کے لئے محیر العقول ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حیاتِ طیبہ کے آخری حصہ میں اور خلافتِ اولیٰ کے زمانہ میں آپ کی توجہ تمامتر قرآن کریم اور دیگر علوم اسلامیہ کے مطالعہ میں لگی ہوئی تھی اور آپ کی تعلیم کے نگرانِ اعلیٰ خود حضرت خلیفہ اوّل تھے۔

اُس زمانہ میں آپ کے اوقات کا اکثر حصہ مطالعہ میں صرف ہوتا تھا۔ اور جماعت کے سامنے آنے کے مواقع آپ کے لئے بہت کم تھے لیکن پھر بھی آپ کی ہر حرکت وسکون اس امر پر شاہد تھی کہ آپ اپنی زندگی کے ہر لحظہ کو سلسلہ احمدیہ کے مقاصد کی تکمیل کے لئے وقف کئے ہوئے ہیں۔

انہی ایام میں آپ نے ایک ماہوار رسالہ بنام تشحیذ الاذہان جاری کیا جس میں دینی عقائد اور مسائل پر خالص علمی نقطۂ نگاہ سے بحث کی جاتی تھی۔ ایک نوجوان کے لئے جو اپنی عمر کے لحاظ سے مدرسہ کے طالب علموں کے درجہ میں شمار ہوتا تھا ایک ایسے رسالہ کا جاری کرنا چھوٹا منہ بڑی بات والی مثال سمجھی جا سکتی تھی۔ لیکن آپ کی اُس زمانہ کی تحریرات بھی اس قدر وسیع مطالعہ اور گہرے فکر کی شہادت دیتی ہیں جو حیرت میں ڈالنے والے ہیں۔

۱۹۱۳ء میں آپ نے اخبار الفضل کا اجراء کیا جو ابتدا میں ہفتہ میں دوبار شائع ہوتا تھا اور کچھ عرصہ بعد روزانہ شائع ہونے لگا اور اس وقت سلسلہ احمدیہ کے اخبارات میں سب سے ممتاز حیثیت رکھتا ہے۔ جب تک اِس اخبار کی ادارت آپ کے اپنے ہاتھ میں تھی اُس میں بعض مقررہ موضوعات مثلاً سیرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ اسلامی تعلیم و عقائد۔ تاریخ اسلام سلسلہ احمدیہ کی خصوصیات وغیرہ پر باقاعدہ مضمون شائع ہوتے تھے اور اِس تمام عرصہ میں ہر پہلو سے اس کا معیارِ صحافت نہایت ہی بلند تھا۔

اِسی دوران میں آپ نے ایک انجمن بھی قائم کی جس کا نام انجمن انصار اللہ رکھا گیا۔ اِس کے قیام کی غرض یہ تھی کہ جماعت کے اندر سلسلہ کے مقاصد کے حصول اور تکمیل کے لئے زیادہ سے زیادہ جوش پیدا کیا جائے۔ بعض اوقات آپ جماعت کے جلسوں میں شرکت کی غرض سے قادیان سے باہر بھی تشریف لے جاتے تھے اور ایک دفعہ آپ نے بعض اسلامی درس گاہوں کے دیکھنے کی غرض سے بھی بعض مقامات کا سفر اختیار کیا۔

اُسی زمانہ میں آپ نے بیت اللہ کے حج کا فرض بھی ادا کیا اور اس سفر کے دوران میں مصر بھی تشریف لے گئے۔ لیکن آپ کے اوقات کا اکثر حصہ قادیان ہی میں بسر ہوتا تھا۔

آپ نے اِس بحث میں جو خلافتِ اولیٰ کے زمانہ میں بعض لوگوں کی طرف سے چھیڑ دی گئی تھی کہ خلیفہ اور صدر انجمن احمدیہ کے آپس میں کیا تعلقات ہونے چاہئیں از خود کوئی حصہ نہیں لیا کیونکہ آپ کے نزدیک خلیفہ کی اطاعت اور فرمانبرداری جزو ایمان تھی اور یہ سوال اُٹھ ہی نہیں سکتا تھا کہ انجمن حاکم ہے یا خلیفہ۔ آپ کے نزدیک خلیفہ کی اطاعت جماعت پر فرض تھی اور جماعت کا کوئی حصہ خواہ افراد ہوں یا انجمن اِس حکم سے باہر نہیں تھا۔ آپ نے اپنی ذات میں اس اطاعت کا نہایت اعلیٰ نمونہ قائم کیا اور آپ کو حضرت خلیفہ اولؓ کی ہر رنگ میں کامل خوشنودی حاصل تھی۔

مارچ ۱۹۱۴ء میں حضرت خلیفہ اولؓ کی صحت جو کچھ عرصہ سے کمزور چلی آتی تھی اور بھی بگڑ گئی اور شدید ضعف کی علامات ظاہر ہونی شروع ہو گئیں۔ اس حالت میں آپ نے حضرت میرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کو اپنی جگہ امام الصلوٰۃ مقرر فرمایا اور ایک وصیت بھی تحریر فرمائی جس میں بعض اُن صفات کا ذکر فرمایا۔ جو آپ کے نزدیک اُس شخص میں پائی جانی ضروری تھیں۔ جسے آپ کے جانشین کے طور پر منتخب کیا جائے۔

جماعت احمدیہ میں اختلافی تحریک	حضرت خلیفہ اولؓ کی زندگی کے آخری ایام میں جماعت میں پھر وہی اختلافی تحریک شروع کر دی گئی۔ جس کا ظاہری

مقصد یہ تھا کہ سلسلہ کے انتظام کی باگ ڈور صدر انجمن احمدیہ کے ہاتھ میں ہونی چاہیئے اور عملاً خلافت کے نظام کو ختم کر دینا چاہیئے۔ اس تحریک کے بانی اور سرگروہ مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے تھے جو اس زمانہ میں رسالہ ریویو آف ریلیجنز کے ایڈیٹر اور صدر انجمن احمدیہ کے سیکرٹری تھے۔ بوجہ اس عہدہ کے انجمن کے بہت سے کل پرزے اُن کے ہاتھ میں تھے اور یوں بھی انہیں جماعت میں کافی اقتدار حاصل تھا اور وہ بہت عزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے خصوصاً جماعت کے اس طبقہ میں جسے مغربی طریقہ تعلیم کے ساتھ زیادہ دلچسپی تھی۔

حضرت میرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب اس تحریک کے شدید مخالف تھے۔ آپ نے حضرت خلیفہ اول رضؓ کی وفات کے جلد بعد مولوی محمد علی صاحب پر نہایت صفائی سے واضح کر دیا۔ کہ خلافت کے جاری رہنے کے متعلق تو آپ کسی تبدیلی کو قبول کرنے کو تیار نہ ہونگے۔ البتہ جہاں تک اس سوال کا تعلق تھا کہ خلیفہ کون ہو آپ مولوی محمد علی صاحب کے انتخاب کو تسلیم کرنے کے لئے تیار تھے تاکہ جماعت میں اختلاف پیدا نہ ہو۔ لیکن مولوی محمد علی صاحب کو یہ منظور نہ تھا۔ حضرت خلیفہ اول رضؓ کی وفات کے موقعہ پر جماعت کے جو افراد قادیان جمع ہوئے اُن میں سے صرف چند ہی ایسے تھے جو مولوی محمد علی صاحب کی تجویز کے ساتھ متفق تھے۔ باقی جماعت متفقہ طور پر نظام خلافت کے جاری رہنے کے حق میں تھی۔ اور اس کے استحکام کو لابدی یقین کرتی تھی۔ اور چونکہ اُن کی نگاہ میں حضرت خلیفہ اول رضؓ کے بعد اس عالی منصب اور مقام کے حضرت میرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب ہی سب سے بڑھ کر اہل تھے۔ اس لئے آپ

ہی کا انتخاب عمل میں آیا اور آپ خلیفۃ المسیح الثانی منتخب ہو گئے۔ آپ کی عمر اُس وقت پچیس سال سے چند مہینے ہی اوپر تھی۔ اِس کے جلد بعد مولوی محمد علی صاحب اور قادیان کے وہ چند افراد جو اُن کے ہم خیال تھے قادیان کی رہائش ترک کر کے لاہور چلے گئے اور وہاں اُنہوں نے اپنی ایک علیحدہ انجمن بنا لی۔

خلافتِ ثانیہ

تھوڑے ہی عرصہ کے اندر جماعت کے ۹۰ فیصدی سے زائد حصّہ نے جس میں صدر انجمن احمدیہ کے ارکین کی کثرت شامل تھی حضرت میرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کی بیعت آپ کو خلیفۃ المسیحؑ تسلیم کر کے کر لی۔

منصبِ خلافت پر متمکن ہوتے ہی جب آپ نے سلسلہ کے انتظامی امور کا جائزہ لیا تو ظاہر ہوا کہ یہ امور بہت کچھ بے قاعدگی اور بدانتظامی کا شکار ہو رہے تھے۔ اور ساتھ ہی یہ کہ صدر انجمن کے خزانہ میں نہ صرف کوئی روپیہ نہیں بلکہ صدر انجمن خود مقروض ہے۔ چنانچہ علاوہ جماعت کی روحانی اور اخلاقی اصلاح اور تربیت کا فرض ادا کرنے کے آپ کو سلسلہ کے انتظامی امور کی اصلاح کی طرف بھی توجہ کرنی پڑی اور سلسلہ کی مالی حالت کو مضبوط کرنے کی تدابیر سوچنی اور اختیار کرنی پڑیں۔ ساتھ ہی مولوی محمد علی صاحب اور اُن کے رفقا کی طرف سے مخالفت کا جو پروپیگنڈا زور شور سے جاری تھا۔ اُس کے اثرات سے جماعت کو محفوظ رکھنے اور اُس کے تدارک کی بھی فکر کرنی پڑی۔ غرض آپ کے سامنے جو کام تھا وہ نہایت ہی اہم اور فوری توجہ کے قابل تھا۔ اور جو مسائل حل طلب تھے وہ نہایت درجہ پیچیدہ

اور نازک تھے لیکن آپ کا عزم اور استقلال اور آپ کی فراست اور حسن تدبیر ہر پیچیدگی کو سلجھانے اور ہر مشکل کو آسان کرنے میں نمایاں کامیابی حاصل کرتے گئے۔ آپ کی خلافت کے تیس ۳۰ سالہ عہد میں جماعت کو کئی مشکلات کا سامنا ہوا ہے۔ اور کئی ابتلاؤں میں سے گذرنا پڑا ہے لیکن اس باہمت اور اولوالعزم امام کی غیر متزلزل استقامت اور دوربین دانش نے ہر مرحلہ پر تمام خطرات کے مقابل جماعت کی پوری حفاظت کا انتظام کیا۔ اس عرصہ میں مسلمانوں اور غیر مسلم اقوام اور حکومت کے بعض عناصر کی طرف سے جماعت کو ابتلاء میں ڈالنے اور دکھ اور مظالم کا نشانہ بنانے کی کوششیں کی گئیں۔ لیکن یہ تمام کوششیں بجائے جماعت کی ترقی کے راستہ میں روک ثابت ہونے کے جماعت کی مضبوطی اور ترقی کا موجب بنتی گئیں۔

آج سے تیس ۳۰ سال قبل جس نازک پودے کی حفاظت اور آبیاری کا فرض حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثانی کے ذمہ عاید کیا گیا تھا وہ آپ کی دن رات کی ان تھک کوششوں اور دعاؤں کے نتیجہ میں اللہ تعالےٰ کے فضل سے آج ایک تناور درخت بن چکا ہے جس کی جڑیں مضبوطی سے زمین میں گڑی ہوئی ہیں۔ اور جس کی شاخیں اس قدر وسیع ہیں کہ اُن کے سایہ میں قومیں بسیرا کر رہی ہیں۔ اور جو کثرت سے شیریں اور صحت افزا پھل دے رہا ہے۔ مخالفت اور دکھ کی ہوائیں اب بھی چلتی ہیں اور بعض دفعہ طوفان کی شدت اختیار کر لیتی ہیں۔ لیکن یہ مضبوط درخت اپنے مدبّر اور ہر لحظہ بیدار محافظ کے سہارے اُن تمام ہواؤں کا کامیاب مقابلہ کرتا چلا

جاتا ہے۔ اور یہ بجائے اسے کچھ بھی نقصان پہنچا سکنے کے اُس کی طاقت اور مضبوطی اور نفع رسانی میں اضافہ کا موجب بن جاتی ہیں۔

سلسلہ احمدیہ کی تنظیم

سلسلہ کی موجودہ تنظیم اور جماعت کی مختلف سرگرمیاں جو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی قوتِ عملی کے نظر آنے والے نتائج ہیں تفصیلی طور پر تو یہاں بیان نہیں کی جا سکتیں۔ اِس غرض کے لئے تو مبسوط کتاب درکار ہے (اُن امور کے متعلق تفصیلی علم حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔ اے کی قابل قدر تصنیف "سلسلہ احمدیہ" سے حاصل کیا جا سکتا ہے۔) البتہ اُن کے بعض پہلوؤں کا ایک مختصر سا خاکہ یہاں پیش کیا جاتا ہے۔

سلسلہ کے مرکزی نظام کو صدر انجمن احمدیہ کی شکل دی گئی ہے یہ انجمن گویا خلیفہ کی انتظامی مجلس ہے۔ اس کی موجودہ تشکیل خلافتِ ثانیہ کے قیام کے قریباً دس سال بعد عمل میں آئی۔ اِس انجمن کی صدارت ناظر اعلیٰ کے سپرد ہے۔ اور دیگر ناظر صاحبان جو مختلف صیغہ جات کے نگران ہیں انجمن کے اراکین ہیں۔ نظارتوں کی موجودہ تقسیم اِس طور پر ہے:۔

(۱) نظارت بیت المال۔ (۲) نظارت امورِ عامہ۔ اس نظارت کے سپردِ مختلف متفرق امور کی نگرانی ہے۔ جن میں جماعت کے اخلاق اور حسنِ عمل کی نگرانی بھی شامل ہے (۳) نظارت امورِ خارجہ۔ یہ نظارت اُن معاملات کی نگرانی کرتی ہے جو دیگر جماعتوں اور حکومت کیساتھ تعلق رکھتے ہیں۔ (۴) نظارت دعوت و تبلیغ۔ (۵) نظارت تعلیم و تربیت (۶) نظارت تالیف و تصنیف۔ (۷) نظارت ضیافت۔

سلسلہ کے اموال کا انتظام اور اُن کی نگرانی نظارت بیت المال کے سپرد ہے۔ جس میں محاسب صاحب اور آڈیٹر صاحب کے صیغہ جات شامل ہیں۔ ہر مالی سال کے اختتام سے پہلے صدر انجمن احمدیہ ایک بجٹ تجویز کرتی ہے۔ جس میں آئندہ سال کی آمد اور خرچ کا اندازہ درج ہوتا ہے۔ یہ بجٹ مجلس مشاورت (جو خلیفہ کی مجلس شوریٰ ہے) کے سامنے پیش ہوتا ہے۔ اور مجلس کی مالی کمیٹی اس پر غور کر کے اُس کے متعلق اپنی رپورٹ مجلس میں پیش کرتی ہے۔ مجلس بجٹ پر غور اور بحث کرنے کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح کی خدمت میں سفارش کرتی ہے کہ بجٹ ایسی ترمیموں اور تبدیلیوں کیساتھ جنہیں مجلس پیش کرتی ہے منظور فرمایا جائے۔ اِس پر آپ بجٹ کو مزید غور کے لئے بجٹ کمیٹی کے سپرد فرماتے ہیں اور جب اِس کمیٹی کی طرف سے رپورٹ آپ کی خدمت میں پیش ہو چکتی ہے تو آپ بجٹ کی آخری منظوری صادر فرماتے ہیں۔ اگر سال کے دوران میں کوئی غیر معمولی اخراجات پیش آ جائیں یا کسی صیغہ کو منظور شدہ اخراجات سے زائد ضرورت پڑ جائے تو اُن اخراجات کی منظوری حضرت خلیفۃ المسیح سے حاصل کی جاتی ہے لیکن آپ کی ہدایت کے ماتحت ایسے اخراجات کی رپورٹ مجلس کے آئندہ اجلاس میں مجلس کے سامنے پیش کر دی جاتی ہے۔

بجٹ میں ایک مناسب رقم بطور نذرانہ حضرت خلیفۃ المسیح کے ذاتی اخراجات کے لئے رکھی جاتی ہے لیکن آپ یہ اعلان فرما چکے ہوئے ہیں کہ آپ اپنے لئے اِس رقم میں سے کچھ لینا پسند نہیں فرماتے۔ امر واقعہ یہ ہے کہ نہ صرف آپ اپنے اور اپنے اہل و عیال کے اخراجات اپنی ذاتی جائداد کی آمد سے پورے

کرتے ہیں بلکہ سلسلہ کی مالی اعانت کے لئے بڑی بڑی رقوم عطا فرماتے رہتے ہیں اور آپ کے عطیہ جات کی مجموعی مقدار تمام انفرادی چندوں سے بڑھ کر ہوتی ہے۔

سلسلہ کے بعض صیغے اور سرگرمیاں ایسی بھی ہیں جو اس نظام کے ماتحت نہیں آتیں لیکن ان کے تفصیلی ذکر کی یہاں گنجائش نہیں۔ ان میں سے بعض کا ذکر مناسب مقام پر کر دیا جائے گا۔

افراد جماعت پر ضبط کے ذمہ دار مقامی امراء یا پریذیڈنٹ ہیں جنہیں خلیفہ مقرر کرتا ہے اور یہ امراء یا پریذیڈنٹ اپنی مقامی انجمنوں کے ذریعہ اور ان کے مشورہ سے اس ضبط کو عمل میں لاتے ہیں۔ مقامی انجمنیں صدر انجمن احمدیہ کی شاخیں ہیں اور صدر انجمن کے ساتھ الحاق رکھتی ہیں۔ جس مقام پر بھی جماعت کے چند افراد ہوں وہاں انجمن قائم کی جاتی ہے۔ اور عہدہ دار مقرر کئے جاتے ہیں۔ ہر امیر کی کوشش ہوتی ہے کہ جہاں تک مقامی حالات اور جماعت کی تعداد وغیرہ اجازت دیں مقامی نظام کو اس نقشہ پر قائم کیا جائے جو مرکز میں جاری ہے اور جماعت کے نظام کو انہی اصولوں پر چلایا جائے جو مرکز میں مدنظر رکھے جاتے ہیں۔

ہر فرد جماعت پر سلسلہ کے نظام کو چلانے اور سلسلہ کی سرگرمیوں کو قائم رکھنے اور انہیں وسعت دینے کے لئے سلسلہ کی مالی اعانت فرض ہے۔ یہ فرض چندوں کی صورت میں ادا کیا جاتا ہے۔ جن میں سے بعض فرض ہیں یعنی کوئی فرد جماعت جو کسی قسم کی آمد رکھتا ہو ان سے مستثنیٰ نہیں اور بعض طوعی

ہیں یعنی اُن میں حصّہ لینا یا نہ لینا ہر شخص کی مرضی اخلاص اور استطاعت پر چھوڑ دیا جاتا ہے۔ البتہ جماعت کی طرف سے ان میں شمولیت کی تحریک کی جاتی ہے۔

فرض چندہ کی کم سے کم شرح ۶ ¼ فیصدی آمد پر ہے۔ سالانہ جلسہ کا چندہ اور مقامی چندے اِس کے علاوہ ہیں۔ لیکن کئی افراد اپنی آمد کے دسویں حصّہ سے لیکر تیسرے حصّہ تک چندہ ادا کرتے ہیں۔ طوعی چندے سب اِس کے علاوہ ہیں۔ اندازہ کیا جاتا ہے۔ کہ جماعت کا ہر مخلص اور مستعد فرد فرض اور طوعی چندوں اور عطیوں کی صورت میں اوسطاً اپنی آمد کے دسویں حصہ سے لیکر تیسرے حصّہ تک سلسلہ کی ضروریات کے لئے ادا کرتے ہیں اور وہ جنہیں اللہ تعالیٰ خاص قربانیوں کی توفیق عطا فرماتا ہے۔ وہ اُس سے بھی زیادہ ادا کرتے ہیں۔

مجلس مشاورت

مجلس مشاورت (جو خلیفۃ المسیح کی مجلس شوریٰ ہے) کا اجراء حضرت خلیفۃ المسیحؓ الثانی نے ۱۹۲۲ء میں فرمایا مجلس کے اراکین کی تعداد ابھی قطعی طور پر معین نہیں کی گئی لیکن موجودہ تعداد ۵۰۰ اور ۶۰۰ کے درمیان ہے۔ اندازاً کل نمائندگان کی تین چوتھائی کا انتخاب مقامی انجمنیں کرتی ہیں جو صدر انجمن کے ساتھ الحاق رکھتی ہیں۔ باقی نمائندگان کو حضرت خلیفۃ المسیح خود نامزد فرماتے ہیں اور اِس ذریعہ سے جماعت کے ہر طبقہ کو نمائندگی کا موقعہ مل جاتا ہے۔

عام طور پر مجلس مشاورت کا اجلاس سال میں ایک بار ہوتا ہے۔ لیکن چونکہ ان امور کی تعداد میں جن پر حضرت خلیفۃ المسیح جماعت کا مشورہ طلب فرماتے

ہیں۔ دن بدن اضافہ ہو رہا ہے اور اُن کی اہمیت بھی بڑھتی جا رہی ہے۔ اس لئے خیال کیا جاتا ہے۔ کہ آئندہ مجلس کا اجلاس سال میں ایک سے زیادہ دفعہ ہُوا کرے گا۔ ہندوستان سے باہر کی انجمنیں ابھی مجلس میں اپنے نمائندے بھیجنے کا انتظام نہیں کر سکتیں۔ امید کی جاتی ہے۔ کہ جنگ کے بعد سلسلہ آمد و رفت میں ایسی سہولتیں میسر آ جائیں گی کہ ہندوستان سے باہر کی انجمنوں کو بھی اپنے نمائندے بھیجنے کی دعوت دی جا سکے گی۔

مجلس مشاورت اِن امور کے متعلق اپنا مشورہ حضرت خلیفۃ المسیحؑ کی خدمت میں پیش کرتی ہے جن پر آپ مجلس سے مشورہ طلب فرماتے ہیں اور سالانہ بجٹ پر بھی غور کرتی ہے۔ اجلاس کے شروع ہونے سے کچھ عرصہ پہلے ایجنڈا مرتب ہو کر طبع ہو جاتا ہے اور مقامی جماعتوں کو بھیج دیا جاتا ہے تاکہ نمائندگان ایجنڈا کی مختلف شقوں کے متعلق اپنی اپنی انجمن کی رائے معلوم کر کے اور اُن کے متعلق ہدایات حاصل کر کے اجلاس میں شریک ہوں۔

مجلس مشاورت کی ہر روز کی کارروائی کا افتتاح حضرت خلیفۃ المسیحؑ دعا کے ساتھ فرماتے ہیں۔ اجلاس کے شروع ہی میں اپنی افتتاحی تقریر کے بعد آپ کمیٹیاں قائم کر دیتے ہیں جن کے سپرد ایجنڈا کی مختلف شقیں کی جاتی ہیں کہ وہ ان پر غور کر کے اُن کے متعلق اپنی تجاویز بصورت رپورٹ مجلس میں پیش کریں۔ جب کمیٹیوں کی رپورٹیں وصول ہو جاتی ہیں تو مجلس کے مکمل اجلاس میں اُن پر غور ہوتا ہے۔ ہر تجویز کو زیر بحث لایا جاتا ہے۔ اور اس کے متعلق مجلس کی آراء لی جاتی ہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیحؑ ہر تجویز کے متعلق جو اظہار رائے

ہو اور جس قدر آراء اُس کے مخالف اور مطابق ہوں اُن پر توجہ فرما کر اپنا فیصلہ صادر فرماتے ہیں۔ اکثر تجاویز کے متعلق بحث کے ختم ہوتے ہی آپ اپنی رائے اور فیصلہ کا اعلان فرما دیتے ہیں۔ عموماً آپ مجلس کے متفقہ مشورہ یا کثرت کے مشورہ کو جیسی بھی صورت ہو منظور فرما لیتے ہیں گو بعض دفعہ آپ کو مشورہ کے ساتھ اتفاق نہیں ہوتا لیکن ایسی صورت میں جیسا آپ مشورہ سے اختلاف کر کے اپنا فیصلہ صادر فرماتے ہیں۔ آپ اپنے فیصلہ کی وجوہات تفصیلاً بیان فرما دیتے ہیں۔ ہر حالت میں آپ کا فیصلہ قطعی ہوتا ہے۔ مجلس اُسے شرح صدر کے ساتھ تسلیم کرتی ہے اور نہایت پابندی اور مستعدی کے ساتھ اُس کا اجراء کیا جاتا ہے۔

مجلس مشاورت کا قیاس پارلیمنٹوں اور عام قانون ساز مجالس پر نہیں ہونا چاہیئے۔ اُن کی بنا وزارتوں اور مخالف پارٹیوں پر ہوتی ہے اور ان کے آئین و قواعد بالکل جداگانہ ہیں۔ مجلس مشاورت اور اس کا طریق کار اسلامی اصول پر مبنی ہیں۔ جیسے مجلس کے نام سے ظاہر ہے مجلس کا کام خلیفۂ وقت کی دعوت پر اہم امور کے متعلق مشورہ پیش کرنا ہے۔ فیصلہ کا اختیار ہر لحاظ سے خلیفہ کے ہاتھ میں ہے اور خلیفہ ہی جماعت کا ہر پہلو سے حقیقی نمائندہ اور اُس کا واجب الاطاعت امام ہے۔

محکمۂ قضاء: حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے اسلامی محکمہ قضا کا اجراء جماعت میں ۱۹۲۵ء میں فرمایا۔ اِس نظام کے ماتحت ابتدائی سماعت اور فیصلہ کے اختیارات قاضیوں کے سپرد ہیں۔ ایک قاضی کے فیصلہ سے بوجوہ ما کے

رو برو اپیل ہو سکتا ہے اور بورڈ کے فیصلہ سے خلیفۂ وقت کے پاس اپیل ہو سکتا ہے۔ اگر کسی تنازعہ میں خلیفۂ وقت خود فریق ہو یا فیصلہ کا اثر خلیفۂ وقت پر پڑتا ہو تو بورڈ کا فیصلہ آخری اور قطعی ہوتا ہے۔ محکمہ قضا صرف دیوانی مقدمات کا فیصلہ کرنے کا اختیار رکھتا ہے۔ یا ایسے انتظامی یا تربیتی امور کا جن کا مُلکی قانون کے ماتحت حکومت کی عدالتوں میں جانا لازم نہیں۔ ایسے امور میں جماعت کا کوئی فرد کسی دوسرے فرد کے خلاف کوئی دعویٰ یا نالش عام عدالتوں میں دائر نہیں کر سکتا۔ اگر کوئی صورت ایسی پیدا ہو جائے کہ عام عدالتوں میں رجوع کرنے کے بغیر چارہ نہ ہو تو لازم ہے کہ مدعی سلسلہ کے متعلقہ محکمہ سے ایسی چارہ جوئی کی اجازت حاصل کرے۔

اِس نظام سے جو اخلاقی اور تمدنی فوائد حاصل ہوتے ہیں وہ تو ظاہر ہی ہیں لیکن اِس کا ایک بہت بڑا مالی فائدہ یہ ہے کہ فریقین عام مقدمہ بازی کے بھاری اخراجات کے بوجھ سے بچ جاتے ہیں۔ جو اِس مُلک کی عدالتی کارروائیوں کا ایک افسوسناک لازمہ ہو گیا ہے۔ قضا کا محکمہ کوئی کورٹ فیس وغیرہ وصول نہیں کرتا اور ضابطہ اور شہادت کے قواعد بالکل سادہ اور اُن پیچیدگیوں سے پاک ہیں جو عام عدالتوں میں بعض دفعہ انصاف کے رستہ میں روک بن جاتے ہیں۔ اِن قواعد کی غرض حقیقت معلوم کرنا ہے نہ کہ قانون دانوں کے اصطلاحی نظریوں کی پابندی کرنا۔

مقدمات کا فیصلہ اور قانونی مسائل کا تصفیہ تو محکمہ قضا میں ہوتا ہے۔ لیکن اجراء ڈگری اور وصولی اور ادائیگی وغیرہ کی کارروائی نظارت امورِ عامہ سے متعلق ہے۔

یہ تمام نظام بالکل طوعی ہے اور اُس کا کامیابی کے ساتھ چلتے چلے جانا ثبوت ہے اِس امر کا کہ جماعت کے ہر فرد کی نگہ میں جماعت کی رکنیت اِس قدر اخلاقی اور روحانی فوائد اور برکات اپنے اندر رکھتی ہے کہ وہ اُن کی خاطر ہر قسم کی قربانی کرنے کو تیار ہے۔

تربیت جماعت جماعت کی تربیت کی تکمیل اور اُس کی ہر گرمیوں میں تازگی قائم رکھنے کے لئے جماعت کے مختلف طبقوں میں علیحدہ علیحدہ انجمنیں قائم ہیں مثلاً عورتوں کی انجمن لجنہ اماء اللہ کہلاتی ہے۔ اِس انجمن کی شاخیں کئی شہروں میں ہیں اور یہ تمام انجمنیں نہایت مفید کام کر رہی ہیں۔ لجنہ اماء اللہ قادیان کا ایک ہی کارنامہ بطور مثال کے کافی ہے۔ قادیان کی احمدی آبادی میں تمام عورتیں اب تک لکھنا پڑھنا سیکھ چکی ہیں۔ اور ہر لڑکی جو مدرسہ جانے کے قابل عمر کو پہنچ چکی ہے تعلیم حاصل کر رہی ہے۔ قادیان میں ایسی عورتوں کی نسبت اپنی مجموعی تعداد کے ساتھ جو اعلیٰ دینی اور دنیوی تعلیم حاصل کر چکی ہیں یا اُس کے حاصل کرنے میں مصروف ہیں۔ غالباً ہندوستان کے باقی تمام قصبات سے بڑھ کر ہے اور جو خاص امر اس تعلق میں یاد رکھنے کے قابل ہے وہ یہ ہے کہ تعلیمی میدان میں یہ تمام ترقی قادیان کی احمدی خواتین نے پردہ کے متعلق اسلامی تعلیم کی پوری پابندی کرتے ہوئے حاصل کی ہے۔ یہ عملی جواب ہے۔ اُن لوگوں کے اعتراضات کا جو کہتے ہیں کہ پردہ کے متعلق اسلامی تعلیم عورتوں کی تعلیم اور ترقی میں روک ہے۔

مردوں کی تین انجمنیں قائم ہیں۔ سات سال کی عمر سے لیکر پندرہ سال کی عمر کے بچے اطفال احمدیہ کے ممبر ہیں۔ اس انجمن کی غرض یہ ہے کہ سلسلہ احمدیہ کے مقاصد اور نصب العین بچوں کے ذہن نشین کرائے جائیں اور اُن کی عادات اور عمل کو اُن کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کی جائے۔

۱۵ سال سے لیکر ۴۰ سال کی عمر کے نوجوان خدام الاحمدیہ کے ممبر ہیں یہ مجلس نہایت سرگرمی سے کام کر رہی ہے۔ اس انجمن کے ممبران سے توقع کی جاتی ہے کہ وہ ہر پہلو سے اپنی زندگیوں میں احمدیت کا نمونہ پیش کریں۔ اس مرحلہ پر عقائد اور عمل میں تطابق پر بہت زور دیا جاتا ہے۔ اور سلسلہ کی تعلیم اور عملی قواعد کی پوری پابندی کرائی جاتی ہے۔ ممبران پر واضح کیا جاتا ہے۔ کہ انسانی زندگی خدمت اور قربانی ہی کے ذریعہ اپنے کمال کو پہنچ سکتی ہے۔ ہر کس کو ہاتھ سے کام کرنے کی عادت ڈالی جاتی ہے۔ اور جسمانی مشقت اور بھوک پیاس اور تکان اور دیگر جسمانی تکالیف کی برداشت کا عادی کیا جاتا ہے تاکہ ہر ممبر بنی نوع انسان اور سلسلہ کی خدمت کے لئے ایک بہادر سپاہی بن سکے۔ اس کے ساتھ ساتھ علمی اور ذہنی ترقی کے ذرائع اختیار کئے جاتے ہیں اور ہر امر میں اعلیٰ سے اعلیٰ اخلاقی اور روحانی معیار کو پیش نظر رکھا جاتا ہے۔

چالیس سے اوپر کے عمر کے مردوں کی انجمن انصار اللہ کہلاتی ہے۔ اس انجمن کی سرگرمیاں زیادہ تر علمی اور دماغی رنگ کی ہیں۔ گو جسمانی تربیت اور محنت وغیرہ کو بھی نظر انداز نہیں کیا جاتا۔ جو عمومی انجمنیں صدر انجمن کی شاخیں ہیں وہ

اِن کے علاوہ ہیں۔

عام تعلیمی سہولت کے لئے لڑکوں اور لڑکیوں کے ہائی سکول جماعت کی طرف سے قائم ہیں اور لڑکیوں کے لئے اعلیٰ تعلیم کا انتظام بھی کیا جاتا ہے۔ اِن مدرسوں میں دینی تعلیم کا بھی انتظام کیا جاتا ہے لیکن مردوں کے لئے علیحدہ دینی مدرسہ اور دینی کالج بھی قائم ہیں۔ اِس سال مردوں کے لئے انٹرمیڈیٹ کالج بھی کھولدیا گیا ہے۔ جس میں پنجاب یونیورسٹی کے مقرر کردہ نصاب کے مطابق تعلیم کا انتظام ہے اور توقع کی جاتی ہے کہ دو سال کے بعد یہ کالج ڈگری کے درجہ تک تعلیم کا انتظام کرنے کے قابل ہو جائے گا۔

ایک سائنس ریسرچ انسٹی ٹیوٹ بھی اِس سال قائم کی گئی ہے اور جوں جوں اِس میں کام کرنے کے لئے سلسلہ کے نوجوان اپنی تعلیم مکمل کر کے میسر آتے چلے جائیں گے اور دیگر سہولتیں زیادہ سے زیادہ پیمانہ پر میسر آتی جائیں گی اِس کی سرگرمیوں میں وسعت ہوتی چلی جائے گی۔

جماعت کا سب سے اہم کام احمدیت کی تبلیغ ہے۔ احمدیت دراصل اسلام ہی کا نام ہے اور عین اسلام ہے۔ بانیٔ سلسلہ احمدیہ نے اپنی جماعت کا الگ نام محض اس لئے تجویز فرمایا تاکہ جماعت کے درمیان اور مسلمانوں کے عام طبقہ کے درمیان جو دعویٰ تو مسلمان ہونے کا کرتے ہیں۔ لیکن درحقیقت اپنے عقائد اور اعمال کے لحاظ سے اسلام کے صحیح عقائد اور اُس کی سچی تعلیم سے بالکل دور جا پڑے ہیں تمیز ہو سکے۔

جماعت کی تبلیغی سرگرمیاں مختلف صورتیں اختیار کرتی رہتی ہیں کیونکہ ہر

ایک احمدی سے توقع کی جاتی ہے۔ کہ وہ اپنی ذات میں سلسلہ کا مبلغ ہو اور اگر کوئی شخص عملی رنگ میں سلسلہ کے عقائد اور تعلیم کو دوسروں تک پہنچانے کی اہلیت یا ہمت نہیں رکھتا تو اُسے کم سے کم اپنے نمونہ سے ہی تبلیغ کا فرض ادا کرنا چاہئے۔ لیکن باقاعدہ منظم تبلیغ کا کام مبلغوں کے ذریعہ کیا جاتا ہے۔ جنہیں سلسلہ کی طرف سے اِس غرض کیلئے تیار کیا جاتا ہے۔

جماعت احمدیہ کا تبلیغی نظام

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کے عہدِ خلافت میں سلسلہ کے تبلیغی نظام کو بہت وسعت دی گئی ہے۔ جہاں تک ہندوستان کے باہر کے ممالک میں تبلیغ احمدیت کا تعلق ہے۔ یہ کہنا درست ہوگا کہ باستثنائے افغانستان باقی تمام ممالک میں جہاں جہاں بھی تبلیغی مشن قائم ہیں۔ اُن کا قیام خلافتِ ثانیہ کے عہد میں آپ کی ہدایت کے ماتحت ہوا ہے۔ اِس وقت جزائر شرق الہند۔ ریاستہائے ملایا۔ برما لنکا۔ مارشیس اور مغربی افریقہ کے برطانوی علاقوں میں مضبوط جماعتیں قائم ہیں۔ اکیلے گولڈکوسٹ ہی کے علاقہ میں ۱۲ احمدی مدرسے اور ۸۸ احمدی مساجد ہیں۔ سیرالیون کا قریبًا تمام ساحلی علاقہ احمدی ہو چکا ہے۔ نائیجیریا کے مختلف علاقوں میں جماعتہائے احمدیہ قائم ہیں۔ مارچ ۱۹۴۳ء میں نائیجیریا کے صدر مقام لیگوس میں مرکزی احمدیہ مسجد کا سنگ بنیاد نصب کرنے کی سعادت خاکسار کو حاصل ہوئی۔ باوجود اُن مشکلات کے جو جنگ کے باعث تعمیر کے رستہ میں حائل تھیں اِس مسجد کی عالیشان عمارت چھ مہینہ سے بھی کم عرصہ کے اندر تیار کر لی گئی۔

مشرقی افریقہ۔ مصر۔ فلسطین۔ شام۔ عراق۔ ایران اور افغانستان میں سرگرم جماعتیں موجود ہیں۔ پچھلے سال خاکسار کو قاہرہ کے احباب سے معلوم ہُوا کہ سوڈان میں بھی جماعت کے قیام کا رستہ کھل گیا ہے۔ دو خاندان چینی ترکستان سے ہجرت کر کے قادیان آ کر آباد ہوئے ہیں۔

برطانیہ کے دارالسلطنت لندن میں ایک مشن قائم ہے جو نہایت سرگرمی سے کام کر رہا ہے۔ اور اِس مشن کے زیر نگرانی لندن میں سلسلہ احمدیہ کی ایک عالیشان مسجد بھی ہے جو جماعت احمدیہ کی خواتین کے چندہ سے تعمیر کی گئی تھی اور جس کا سنگِ بنیاد حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے ۱۹۲۴ء میں اپنے دستِ مبارک سے نصب فرمایا تھا۔ لندن کا مشن نہ صرف ممبران جماعت احمدیہ اور اُن اصحاب کے لئے جو اسلام کے متعلق کسی قسم کی دلچسپی رکھتے ہیں ایک علمی اور تمدنی مرکز کا کام دیتا ہے۔

موجودہ جنگ کے شروع ہونے سے پہلے جرمنی۔ پولینڈ۔ چیکوسلواکیہ۔ ہنگری یوگوسلاویا۔ البانیہ۔ اٹلی اور ہسپانیہ میں بھی احمدی مبلغین تبلیغی کام کرتے رہے ہیں۔

ریاستہائے متحدہ امریکہ میں بھی ایک مشن قائم ہے اور اُس ملک کے قریباً بیس شہروں میں چھوٹی چھوٹی جماعتیں قائم ہیں۔ اِس مشن کا مرکز شہر شکاگو میں ہے۔ جہاں ایک دار التبلیغ اور مسجد بھی ہے۔ جنوبی امریکہ کے ملک ارجنٹائن میں بھی ایک مشن موجود ہے۔

سلسلہ کے بعض مبلغین اُن علاقوں میں جو اِس وقت دشمن کے قبضہ میں

ہیں جنگی قیدی ہیں۔ اور جنگ کی وجہ سے تبلیغی نظام کی مزید وسعت رکی ہوئی ہے لیکن اس میں شک نہیں کہ جنگ کے ختم ہونے کے ساتھ ہی سلسلہ کی تبلیغی سرگرمیاں پہلے سے بھی بڑھ کر زور شور کے ساتھ وسیع ہوتی چلی جائیں گی۔

خلافت ثانیہ کے عہد میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی ہدایت کے ماتحت احمدیت کا پیغام دنیا کے کناروں تک پہنچایا گیا ہے۔ موجودہ جنگ کے نتیجہ میں دنیا کے تمدنی۔ اقتصادی اور سیاسی نظام میں بہت سے انقلابات کا پیدا ہونا لازم ہے۔ امید کی جاتی ہے کہ ان حالات میں سلسلہ احمدیہ دنیا کے مختلف حصوں میں سرعت سے پھیلنا شروع ہو جائیگا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی جیسے دور بین اور تیز قوتِ عملیہ رکھنے والے امام کے متعلق یہ قیاس نہیں کیا جا سکتا کہ آپ ان پیدا ہونے والے مواقع سے مکمل فائدہ اٹھانے میں کوئی کسر باقی رہنے دیں گے۔ گذشتہ تجربہ بتاتا ہے کہ آپ نے نہ صرف ان حالات سے پورا فائدہ اُٹھایا جو سلسلہ کی ترقی اور وسعت کے ممد اور مؤید تھے بلکہ جب کبھی بھی حالات بظاہر مخالف نظر آئے آپ کی حکمتِ عملی نے انہیں سلسلہ کی ترقی اور مضبوطی کے لئے سازگار بنا لیا۔

مثلاً جب ۱۹۲۳ء میں شدھی کی تحریک ملکانہ علاقوں میں اپنے پورے زور پر تھی تو آپ نے راجپوتانہ اور صوبجات متحدہ کے بعض ملکانہ علاقوں میں اُس کی روک تھام کا انتظام شروع کیا۔ لیکن تھوڑے ہی عرصہ میں یہ معلوم ہو گیا کہ شدھی کی تحریک ان علاقوں میں اِس قدر زور پکڑ چکی ہے کہ اُس کی پوری روک تھام کے لئے ایک بڑی تعداد کام کرنے والوں کی اور ایک کثیر رقم روپیہ

کی درکار ہوگی جس قدر اندازہ کام کرنے والوں کا اور روپیہ کا لگایا گیا وہ بظاہر جماعت احمدیہ کی طاقت سے باہر تھا۔ لیکن آپ نے جو تدبیر اختیار کی اُس کے ذریعہ یہ دونوں مشکلات حل ہوگئیں۔ آپ نے جماعت میں تحریک کی۔ کہ اِس سلسلہ میں کام کرنے کے لئے ایسے لوگ اپنی خدمات پیش کریں جو اپنے خرچ پر اِن علاقوں میں جاکر تین تین مہینے کا عرصہ نظامِ سلسلہ کی ہدایات کے ماتحت کام کریں۔ وہ لوگ جو اس کارِ خیر میں حصہ لینے کی خواہش رکھتے ہوں۔ لیکن تین مہینوں کے لئے اُن علاقوں میں جانے کا انتظام نہ کر سکتے ہوں۔ وہ ایک شخص کے وہاں آنے جانے اور تین مہینے وہاں کام کرنے کے اخراجات پیش کریں۔ اِس تحریک کے نتیجہ میں جماعت کے ہر طبقہ سے کام کرنے والے بھی میسر آگئے اور ایک معقول رقم روپیہ کی بھی جمع ہوگئی۔ اور جو کام ان علاقوں میں جماعت نے اپنے ذمہ لیا تھا وہ اللہ تعالیٰ کے فضل اور اُس کی غیر معمولی نصرت سے کامیابی کے ساتھ سرانجام دیا گیا۔ اور وہ خطرہ جو پیدا ہوگیا تھا رفع ہوگیا۔ علاوہ اِس کے جماعت کے ہر طبقہ میں ایک حصہ کو عملی تبلیغی کام کا تجربہ ہوگیا اور مشقت برداشت کرنے کی مشق ہوگئی۔ سلسلہ کی طرف سے ایک مناسب پیمانے پر ملکانہ علاقوں میں ایک مستقل نظامِ تبلیغ اب تک جاری ہے۔

اِسی طرح اواخر ۱۹۳۳ء میں سلسلہ کے لئے صوبہ کی حکومت کی طرف سے ایک ایسی نازک اور خطرناک صورتِ حالات پیدا کردی گئی جس کی نظیر سلسلہ کی گذشتہ پنتالیس سالہ تاریخ میں نہیں ملتی تھی۔ اِس موقعہ پر

بھی آپ کے حزم ۔ دور اندیشی ۔ اور دانشمندی نے اِس طور پر حالات پر قابو حاصل کیا ۔ اور اِس طریق سے اُس پیچیدہ گُتھّی کو سلجھایا کہ سلسلہ کی عزت پر جو حملہ کرنے کی کوشش کی گئی تھی ۔ اُس کا بھی پورا اندارک ہو گیا اور سلسلہ کی مستقل حفاظت اور ترقی کے ایک تازہ نظام کی بھی بنیاد رکھ دی گئی ۔ اِس مرحلہ پر جو نیا نظام آپ نے تجویز فرمایا اُس کا نام تحریک جدید ہے ۔ اِس کے مطابق جماعت کو ھدایت کی گئی ۔ کہ وہ زندگی کے ہر پہلو میں سادگی کے طریق اختیار کریں تاکہ ایک طرف تو جماعت کے مختلف طبقوں کے درمیان امیر اور غریب کا امتیاز کم ہو کر اسلامی اخوت کا رشتہ مضبوط ہو اور دوسری طرف اخراجات کو کم کر کے سلسلہ کے مالی نظام کو مضبوط کیا جا سکے ۔

ہر قسم کے زائد اخراجات بند کر دیئے گئے اور صرف ضروریات کو روا رہنے دیا گیا ۔ بلکہ ضروریات کی بھی اِس طور پر حد بندی کر دی گئی کہ بعض باتیں جو دیگر جماعتوں میں ضروریات میں داخل سمجھی جاتی ہیں جماعت احمدیہ میں ضروریات سے خارج قرار دی گئیں اور اُن پر خرچ کرنا معیوب قرار دیا گیا ۔

تبلیغی نظام کو وسیع کیا گیا ۔ جماعت کے ہر طبقہ کی تربیت کی طرف توجہ کی گئی اور اُس کی نگرانی کا انتظام کیا گیا ۔ قربانی اور خدمت کو شعارِ زندگی بنانے کی تلقین پر زور دیا جانے لگا ۔ وہ جو سُست تھے اُنہیں چُست بنانے اور اُن کی ہمت بڑھانے کا انتظام کیا گیا ۔ وُہ جو پہلے ہی چُست اور مضبوط تھے اُنہیں مزید قربانیوں پر آمادہ کیا گیا ۔ محنت اور جفاکشی کے طریقوں کو رائج کیا گیا ۔ جماعت کی روحانی زندگی میں ایک نیا جوش پیدا کیا گیا ۔ چنانچہ

یہ ہوا کہ وہ سیاہ بادل جو بظاہر خطرہ اور تکلیف کے آثار تھے بجائے جماعت کو ہراساں اور پریشان کرنے کے زیادہ جدوجہد اور سخت تر قربانیوں کے محرک ہو گئے۔

امام جماعت احمدیہ کی ذمہ داریاں

اِن مختصر سے حالات سے ہی اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ کہ امام جماعت احمدیہ کی ذمہ داریاں کوئی ہلکی یا آسان قسم کی نہیں ہیں اور انہیں کامیابی اور سرخروئی کے ساتھ نباہنے کے لئے نہایت ہی اعلیٰ قابلیتیں درکار ہیں اور ایسی صفات کی ضرورت ہے۔ جن کا ایک ہی فرد کی ذات میں جمع ہونا ایک نادر سی بات ہے۔ یہ امر کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی ذات بابرکات نے اُن قابلیتوں اور صفات سے اللہ تعالیٰ کے فضل سے ایک وافر حصہ پایا ہے۔ آپ کی خلافت کے تیس ۳۰ سالہ عہد میں بارہا واضح اور نمایاں طور پر ثابت ہو چکا ہے۔ اُن قابلیتوں اور صفات کی تفصیل بیان کرنے کی کوشش کرنا گویا خلافت ثانیہ کے عہد میں سلسلہ احمدیہ کی تفصیلی تاریخ بیان کرنا ہوگا۔ تاہم یہ ممکن ہے کہ اِس مختصر سی سرگزشت میں آپ کے مقاصد کا اشارۃً ذکر کر دیا جائے اور اُن مقاصد کے حصول کے لئے جو طریق آپ نے اختیار کئے ہیں اور جو تعلیم رائج کی ہے۔ اُن کو اجمالی طور پر بیان کر دیا جائے۔

ایک لحاظ سے تو اتنا کہنا ہی کافی ہوگا کہ آپ کے مقاصد وہی ہیں جو اسلام نے اپنے متبعین کے لئے مقرر فرمائے ہیں اور آپ نے اُن کے حصول کے وہی طریق اختیار کئے ہیں جو اسلام کے مقرر کردہ ہیں۔ اور اس غرض کے لئے وہی تعلیم رائج کی ہے۔ جو اسلام کی تعلیم ہے۔ اِس لئے یہ بیان کرنا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کس مقصد کے حصول کے لئے کوشاں ہیں اور کن طریقوں

سے اس مقصد کو حاصل کرنے کے درپے ہیں گویا دوسرے الفاظ میں یہ بیان کرنا ہوگا کہ اسلام اس زمانہ میں مسلمانوں سے کیا چاہتا ہے۔ اور کن طریقوں سے اس مقصد کے حصول کی تلقین کرتا ہے۔ نہ یہ مقصد نیا ہے۔ نہ اس کے حصول کے طریق نئے ہیں کیونکہ بانی سلسلہ احمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کا مقصد ہی یہ تھا کہ قرآن کریم اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کی جو اس زمانہ سے متعلق ہیں وضاحت او تشریح کی جائے اور اُن پر عمل جاری کرایا جائے اور اسی مقصد کی تکمیل آپ کے خلفاء کا کام ہے۔

موجودہ زمانہ میں مذاہب کی باہمی کشمکش اس قدر بڑھ گئی ہے۔ اور ایک دوسرے کیخلاف اعتراضات اور الزامات کی بوچھاڑ اس شدت سے ہوتی ہے کہ ایک متلاشی حق کے لئے مختلف مذاہب کے دعاوی کو پرکھنا نہایت مشکل ہوتا ہے۔ اور اس کے نتیجہ میں تعلیم یافتہ حلقوں میں ایک قسم کی ردعمل پڑی ہے کہ سب مذاہب ایک جیسے ہی ہیں جس سے مراد یہ ہوتی ہے کہ کسی مذہب کے دعاوی اور اُس کی تعلیم پر سنجیدگی سے غور کرنے کی ضرورت نہیں۔ ہندوستان میں اسوقت دنیا کے تمام بڑے بڑے مذاہب کے پیرو خاص تعداد میں موجود ہیں اور یہ ملک مذاہب کا اکھاڑہ بنا ہوا ہے۔ ساتھ ہی مذہبی بحث مباحثہ میں اس قدر سختی اور بانیان مذاہب کے متعلق توہین کا پہلو اس قدر غالب ہوتا ہے کہ بیشمار افسوسناک واقعات اس کے نتیجہ میں رونما ہو چکے ہیں۔ یہ بھی ایک وجہ سنجیدہ مزاج لوگوں کو مذہب سے متنفر کرنے کی بن گئی ہے۔ ان خرابیوں کو دور کرنے کی غرض سے بانی سلسلہ احمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے

بعض اصول ایسے پیش کئے ہیں کہ جن کی پابندی کرنے سے مذہبی عقائد اور تعلیموں پر سنجیدگی سے غور کرنے اور اُن کے متعلق صحیح نتیجہ پر پہنچنے کا رستہ نکل آتا ہے۔ اور مذہبی میدان میں فتنہ اور فساد کا سدِ باب ہو سکتا ہے حضرت خلیفۃ المسیح متواتر اِن اصولوں کی طرف توجہ دلاتے رہتے ہیں اور اُن کی پابندی کی تلقین فرماتے رہتے ہیں۔

اِن اصولوں کا خلاصہ یہ ہے۔ اوّل۔ جیسے قرآن کریم نے تعلیم دی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی روحانی ہدایت اور تربیت کے لئے ہر قوم اور ہر ملک میں اپنے نبی بھیجے اور اسلام کی تعلیم کے مطابق اُن تمام انبیا پر ایمان لانا اور اُن کے احترام کو قائم کرنا ہر مسلمان کے لئے ایمان کی لازمی شرط ہے غیر مسلم اقوام کو بھی چاہئے کہ اگر یہ عقیدہ اُن کے ایمانیات میں نہ بھی داخل ہو تو بھی ایک اخلاقی اصول کے طور پر اُسے قبول کریں اور اُس پر پابندی اختیار کریں اور کوئی شخص کسی مذہب کے بانی یا نبی کے متعلق توہین کا مرتکب ہو کر اُن کے پیرؤں کی دل آزاری کا موجب نہ ہو بلکہ چاہئے کہ اِن سب مقدس ہستیوں کا ذکر ادب اور احترام کے ساتھ کیا جائے تاکہ آپس میں محبت اور اتفاق کے جذبات فروغ پائیں۔ اِس اصول کو عملی جامہ پہنانے کی غرض سے حضرت خلیفۃ المسیح ثانی نے یوم بانیانِ مذاہب کی تحریک جاری فرمائی ہے۔ اُس دن ملک کے طول و عرض میں مختلف مقامات پر جلسے کئے جاتے ہیں اور اِن جلسوں میں مختلف مذاہب کے نمائندے ایک ہی پلیٹ فارم پر جمع ہو کر بڑے بڑے مذاہب کے بانیاں کی سیرت اور تعلیم کے مختلف پہلوؤں کو دلکش اور مؤثر پیرایہ میں بیان کرتے ہیں جس کے نتیجہ میں باہمی رواداری

اور ایک دوسرے کے مذاہب کی خوبیوں کی قدر اور اعتراف کا جذبہ ترقی پا رہا ہے۔

دوسرا اصول یہ ہے کہ ہر مذہب کی تبلیغ میں اس بات کو مد نظر رکھا جائے کہ کسی مذہب کی طرف دعوت دینے والا اپنی دعوت کی بنیاد اُس مذہب کے عقائد اور تعلیمات کی خوبیوں پر رکھے اور دوسرے مذاہب کے عقائد یا تعلیمات اور ان کے بانیان کی ذات پر حملہ کرنے سے پرہیز کرے۔ عقائد اور تعلیمات کو سنجیدگی سے ایک دوسرے کے مقابلہ میں پرکھنا اور ایک عقیدہ یا تعلیم کی صداقت اور خوبی اور فوائد کے پہلوؤں پر زور دینا جائز بات ہے لیکن دوسروں کے عقائد یا تعلیمات کو طعنہ یا تحقیر کا نشانہ بنانا اور اُن پر اس رنگ میں نکتہ چینی یا حرف گیری کرنا بالکل ناواجب امر ہے لیکن افسوس ہے کہ اس سادہ اور سراسر امن قائم کرنے والے اصول کی پابندی نہیں کی جاتی اور مذہب کے نام کی آڑ لیکر دوسرے مذاہب اور ان کے بانیان کی اس قدر تحقیر اور توہین کی جاتی ہے کہ ایسے لوگوں کے علاج کے لئے بعض کڑوی دوائیں تجویز کرنی پڑتی ہیں۔

تیسرا اصول یہ ہے کہ جب کوئی شخص کسی مذہب کی تعلیم اور اُس کی خوبیاں بیان کرے تو اپنے دعوی کا ثبوت اُس مذہب کی کتب مقدسہ سے ہی پیش کرے۔ اگر اس اصول کی پابندی پر اصرار نہ کیا جائے تو نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ ہر مذہب کا نمائندہ ہر عمدہ تعلیم اور ہر خوبی کو اپنے مذہب کی طرف منسوب کریگا۔ جیسا کہ بعض مذاہب کے وکلاء کا خاصہ ہو گیا ہے اور حق اور باطل میں تمیز کرنا مشکل ہو جائے گا۔

اگر ان اصولوں کی پوری پابندی کی جائے تو یقیناً مذہبی لٹریچر اور مذہبی مباحثات

سے سختی اور درشتی کا پہلو غائب ہو جائے۔ باہمی رواداری اور قدر دانی کا جذبہ ترقی کرے اور متلاشیان حق کے لئے حق و باطل میں تمیز کرنا آسان ہو جائے۔

جب "رنگیلا رسول" جیسے نہایت ہی افسوسناک اور قابل نفرت رسالہ کی اشاعت نے ملک کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک مذہبی اشتعال کے شعلوں کو بھڑکایا ہوا تھا تو ایسی حالت میں بھی حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے مسلمانوں کی نیک اور صحیح راہنمائی کو اپنے ذمہ لیا اگرچہ اندیشہ ہو سکتا تھا کہ آپ کے مشورہ کے متعلق غلط فہمی پیدا کر کے اشتعال کی رَو کو آپ کی طرف پھیر دیا جائے۔ لیکن آپ نے اس کی قطعاً پرواہ نہیں کی اور مسلمانوں کو سمجھایا کہ اس قسم کی کتب اور رسالوں کی اشاعت کی ذمہ داری میں وہ خود بھی شریک ہیں۔ کیونکہ اگر مسلمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پاک سیرت اور روحانی اور اخلاقی نمونہ کا پورا مطالعہ کرتے اور اُس سے اپنے غیر مسلم ہم وطنوں کو تفصیلی طور پر آگاہ کرتے تو "رنگیلا رسول" جیسی مکروہ کتاب کی اشاعت کا حادثہ رونما نہ ہو سکتا۔

اس غرض کے حاصل کرنے کے لئے آپ نے "یوم النبی" کی تحریک جاری فرمائی (یہ تحریک وقت کے لحاظ سے "یوم بانیان مذاہب" کی تحریک سے پہلے جاری ہو چکی تھی۔ اسلوب مضمون کے لحاظ سے اس کا ذکر بعد میں آیا ہے۔) اس دن مختلف مذاہب کے پیروؤں میں سے سرکردہ اشخاص کو دعوت دی جاتی ہے کہ وہ ایک جگہ جمع ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت اور تعلیم کے مختلف پہلوؤں کو بیان کریں۔ اس تحریک کے نتیجہ میں آج سے چند سال پیشتر کی نسبت اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اُن عظیم الشان احسانات کا جو

آپ نے بنی نوع انسان پر کئے علم اور اُن کی قدر اس مُلک کے لوگوں کے دلوں میں بہت بڑھ گئی ہے۔ اور آئندہ اس تحریک سے نہایت خوشگوار نتائج کے پیدا ہونے کی امید کی جا سکتی ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح اس امر پر بھی زور دیتے چلے آئے ہیں کہ ہر مذہب کے پیروؤں پر لازم ہے کہ وہ اپنے ایمانوں میں اخلاص پیدا کریں اور اپنے اعمال کو ہر پہلو سے اُس مذہب کی تعلیم کے مطابق بنانے کی کوشش کریں جس کی پیروی کا وہ دعویٰ کرتے ہیں۔ آپ یقین رکھتے ہیں کہ اگر ہر شخص اس اصول کی پوری پابندی شروع کر دے تو تھوڑے ہی عرصہ میں اسلامی تعلیم کی حقانیت اور صداقت دنیا پر واضح ہو جائیگی۔

آپ کا سیاسی مسلک سیاسیات میں باوجود تلخ نکتہ چینی اور شدید مخالفت کے آپ ہمیشہ اسی عقیدہ پر قائم رہے ہیں اور اس کی تلقین فرماتے رہے ہیں کہ جب کسی مُلک میں کوئی حکومت ایک دفعہ مستحکم ہو جائے تو اسلام رعایا کو اُس کے خلاف بغاوت کی اجازت نہیں دیتا۔ اور قانون کی پابندی رعایا پر ہر حالت میں لازم ہے۔ آپ کے مخالفین نے اس بنا پر آپ کے خلاف غلط فہمی پیدا کرنے اور مخالفت کا جوش پھیلانے کی بارہا کوشش کی لیکن اسلام کی صحیح تعلیم کے مقابلہ پر آپ نے کبھی ایسی کوششوں کو کوئی وقعت نہیں دی۔ آپ کا یہی عقیدہ ہے کہ جب تک حکومت مذہبی فرائض کی ادائیگی میں صراحتہً دخل نہیں دیتی۔ اُسکے خلاف بغاوت جائز نہیں۔ اگر حکومت ظالمانہ رویہ اختیار کرتی ہے یا غیر منصفانہ اور درشت قوانین وضع کرتی ہے تو اُس کا علاج یہی ہے کہ آئینی اور پُر امن طریقوں

سید رشید احمد

سے قانون میں یا نظام حکومت میں تبدیلی کی کوشش کی جائے۔ فساد یا بغاوت کو اسلام اجازت نہیں دیتا متعدد بار ایسے لوگوں کی طرف سے جو سیاسیات میں الجھے ہوئے ہیں اور طریق حکومت میں فوری تبدیلی کے خواہاں ہیں آپ کی خدمت میں گذارش کی گئی ہے کہ آپ کے بیان کردہ طریق کے اختیار کرنے سے نظام حکومت یا نظام قانون میں خاطر خواہ تبدیلی ممکن ہے ہو ہی نہ سکے اور اگر ہو بھی تو ایک لمبے عرصہ کے بعد لیکن اس قسم کے دلائل بھی آپ کو اپنے عقیدہ سے متزلزل نہیں کر سکے۔ آپ کا ایمان ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے ایک مقصد کے حصول کے لئے ایک رستہ مقرر فرما دیا ہے۔ اور باقی رستوں سے روک دیا ہے تو ہمارا فرض ہے کہ ہم اُس رستہ پر گامزن ہوں جس پر چلنے کی اللہ تعالیٰ نے ہدایت فرمائی ہے اگر اس طریق پر عمل پیرا ہونے سے حصولِ مقصد میں کوئی کمی رہ جائیگی تو اس کمی کو پورا کرنے کے سامان اللہ تعالیٰ خود اپنی طرف سے پیدا کردیگا۔ چنانچہ موقعہ آنے پر آل انڈیا کشمیر کمیٹی کے صدر کی حیثیت سے آپ نے اس تعلیم کا مؤثر اور نتیجہ خیز ہونا ثابت کر کے بھی دکھا دیا۔

آپ آزادی کے دلدادہ ہیں لیکن ساتھ ہی فتنہ اور فساد کے دشمن ہیں۔ آپ جانتے ہیں کہ جب تک کوئی قوم آزاد نہ ہو وہ اپنے اخلاقی۔ ذہنی۔ اور روحانی کمال کو پہنچ نہیں سکتی لیکن ساتھ ہی آپ یقین رکھتے ہیں کہ کوئی قوم جو کسی دوسری قوم پر اخلاقی دماغی یا روحانی فوقیت رکھتی ہو مؤخر الذکر قوم کی سیاسی غلامی میں نہیں رہ سکتی۔ آپ کا اپنا عقیدہ اسلام کی تعلیم کے مطابق یہی ہے۔ کہ کسی قوم کو دوسری قوم پر جبراً سیاسی غلبہ حاصل کرنے اور سیاسی حکومت کرنے کا حق نہیں ہے۔ آپ یقین رکھتے ہیں کہ ہندوستان کو سیاسی۔ اقتصادی اور تمدنی نجات اسلام کے ذریعہ ہی

Sayed Rashid Ahmed

حاصل ہوگی۔ اور اِسی لئے آپ خاص علاقوں کیلئے پاکستان کی تجویز کے مؤیّد نہیں۔ آپ تمام ہندوستان کو پاکستان بنانا چاہتے ہیں۔ جس کے نتیجہ میں موجودہ اختلافات بھی ختم ہوجائیں اور ملک کی تقسیم کی بھی ضرورت پیش نہ آئے۔ گویا تمام ملک پاکستان بھی بن جائے اور اکھنڈ ہندوستان بھی رہے۔ آپ کے نزدیک پاکستان اور اکھنڈ ہندوستان کے مسائل نے جو کشمکش ملک میں پیدا کر دی ہے اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ ہندوستان، کی گردن پر برطانیہ کی غلامی کا جوا زیادہ لمبے عرصہ تک قائم رہیگا۔

اسلامی تعلیم کے ماتحت حکومت کے فرائض

آپ کے نزدیک اسلامی تعلیم کے مطابق حکومت کے فرائض میں یہ داخل ہے۔ کہ نہ صرف حکومت ملک کے تمام حصوں میں امن قائم کرے۔ اور رعایا کے تمام طبقوں کے لئے ترقی کے مواقع اور سامان بہم پہنچائے بلکہ رعایا کے ہر فرد کے لئے کھانے۔ کپڑے۔ مکان تعلیم اور مناسب طبی امداد بہم پہنچانے کا انتظام کرے۔ آپ سمجھتے ہیں کہ یہ غرض احسن طریق پر اسی اقتصادی نظام کے قائم کرنے سے حاصل ہوسکتی ہے جس کی تعلیم اسلام نے دی ہے۔ اِس نظام کے ماتحت انفرادی جائداد کے اصل کو تسلیم کیا گیا ہے۔ اور ہر کام کرنے والے کا اجر اس کی محنت اور لیاقت کے مطابق مقرر کیا جاتا ہے۔ اور اس طرح انفرادی جد وجہد اور دماغی کاوش کو برقرار رکھا گیا ہے۔ لیکن اس کے مقابل جبری اور طوعی طریقوں سے امراء کی دولت کا وافر حصہ غربا اور مساکین کی خبر گیری اور مدد کے لئے حاصل کیا جاتا ہے۔ تاکہ تمام طبقات کے لئے ترقی کی راہیں یکساں کھلی رہیں۔ اِس نظام کے ماتحت اُن خرابیوں کا جو زمانہ حال کی اقتصادی تحریکوں کے

ماتحت پیدا ہوتی ہیں انسداد ہو جاتا ہے۔ اور وہ مقصد بھی حاصل ہو جاتا ہے جس کی خاطر بظاہر یہ تمام تحریکیں جاری کی گئی ہیں۔ آپ نے اِس تمام مسئلہ پر جلسہ سالانہ ۱۹۴۲ء کی تقریر میں سیر کن بحث فرمائی ہے۔ یہ تقریر نظام نو کے عنوان کے ماتحت شائع ہو چکی ہے۔

آپ کے نزدیک اسلامی اقتصادی اور تمدنی تعلیم کو عملاً جاری کرنے کے بعد مختلف طبقات کے درمیان کسی قسم کی کشمکش کی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ آپ سمجھتے ہیں کہ اسلام نے اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ (یعنی تم میں سے خدا کے نزدیک سب سے زیادہ معزز وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے) کی تعلیم دے کر طبقات اور مدارج کی مصنوعی تقسیموں کو مٹا دیا ہے اور انسانوں میں پوری مساوات قائم کر دی ہے جس کی موجودگی میں نسل۔ خاندانی۔ مالی۔ دماغی یا اور کسی قسم کی مزعومہ فوقیت کے باعث کوئی شخص خاص مراعات کا حقدار نہیں رہ جاتا۔ آپ نے تحریک جدید کے ماتحت سادہ زندگی کا اصول جاری فرما کر جماعت کے اندر تمام تمدنی روکوں اور تقسیموں کا خاتمہ کر دیا ہے۔ آپ اِس امر پر زور دیتے رہتے ہیں۔ کہ ہر طبقہ کو دوسرے طبقہ کے ساتھ اسلامی تعلیم کے مطابق تعاون اور میل جول بڑھا کر عملاً اسلامی اخوت کا نمونہ قائم کرنا چاہیئے۔ آپ اسلامی تعلیم کے اِس اصول کی طرف توجہ دلاتے رہتے ہیں کہ ہر فرد کو چاہیئے کہ بجائے اپنے مزعومہ حقوق کے حصول کی خاطر جدوجہد پر زور دینے کے اپنے مسلمہ فرائض کی ادائیگی کی نگہداشت کرتا رہے کہ اِس طریق سے ہر ایک کے حقوق بھی محفوظ ہو جائیں گے اور آپس میں اتفاق اور محبت کے جذبات بھی ترقی کریں گے۔

بین الاقوامی تعاون کے سلسلہ میں آپ کا یقین ہے کہ آخر تمام حکومتیں ایک عالمگیر وفاقی نظام میں منسلک ہو جائیں گی جس کے ماتحت ہر حکومت کو اپنے اپنے علاقوں میں اپنی خصوصی ضروریات کے پورا کرنے اور اپنے خصوصی مسائل کے حل کرنے کا اپنے اپنے طریق پر پورا اختیار ہوگا۔ لیکن امن عالم کے قیام اور دیگر عالمگیر مسائل اور مشکلات کے حل کا انتظام عالمگیر نظام کے اختیار میں ہوگا۔ جب تک یہ نظام قائم ہو آپ ہر اُس تحریک اور نظام کی تائید کرنے کے حق میں ہیں۔ جو دنیا کو اُس عالمگیر نظام کی طرف لے جانے میں ممد ہو۔

آپ یقین رکھتے ہیں کہ عالمگیر امن اُس وقت تک قائم نہیں ہو سکتا جبتک کوئی قوم کسی دوسری قوم پر سیاسی حکمرانی یا اقتصادی جبر اور غلبہ روا رکھتی ہے سیاسی امن بھی حاصل ہو سکتا ہے۔ جب ہر قوم عملاً آزاد ہو کر اپنی حکومت کو جس طور پر چاہے تشکیل دے۔ اور فراخی اور خوشحالی تبھی حاصل ہو سکتی ہے۔ جب اقتصادی جبر اور غلبہ کی جگہ کامل اقتصادی آزادی اور تعاون قائم ہو جائے۔

ان تمام مسائل پر آپ نے اپنی نہایت ہی قابل قدر کتاب " احمدیت یعنی حقیقی اسلام " میں کسی قدر تفصیل سے بحث کی ہے۔ اس کتاب کو شائع ہوئے بیس ۲۰ سال کا عرصہ ہو چکا ہے۔ اسی کتاب میں آپ نے لیگ آف نیشنز کے نظام کے بعض ان نقائص اور خامیوں پر بھی بحث کی ہے جن کی وجہ سے آپ کی رائے تھی کہ لیگ دنیا میں امن قائم رکھنے کے مقصد میں ناکام رہیگی۔ لیگ کی ناکامی نے ثابت کر دیا ہے۔ کہ آپ کی تنقید جائز تھی اور یہ بھی کہ کامیاب بین الاقوام نظام انہی اصولوں پر قائم ہو سکتا ہے۔ جو آپ نے بیان فرمائے ہیں۔

سرگرمیوں کا وسیع حلقہ آپ اپنی جماعت کو عقائد اور اعمال میں اعلیٰ اخلاص کی تلقین فرماتے رہتے ہیں اور اس امر پر متواتر زور دیتے رہتے ہیں کہ انسان کے اعمال اُس کے عقائد کے مطابق ہونے چاہئیں۔ آپ کی شخصیت کے بہت سے پہلو ہیں۔ اور آپ کی سرگرمیوں کا حلقہ وسیع ہے لیکن آپ کی زندگی میں کسی قسم کا تضاد یا تصادم پایا نہیں جاتا اگرچہ آپ کی ذات میں غیر معمولی صفات کا اجتماع باعثِ حیرت ضرور ہے۔ جیسے کہ پیشتر بیان ہو چکا ہے۔ مدرسہ میں تو آپ کوئی بھی امتحان پاس نہ کر سکے لیکن آپ کی ذہنی قابلیت اور علمی لیاقت نہایت ہی اعلیٰ پایہ کی ہیں اور آپ کا مطالعہ نہایت گہرا اور اُس کا میدان نہایت وسیع ہے۔ آپ کا کتب خانہ عربی اردو اور انگریزی زبانوں کی اعلیٰ تصانیف سے بھرا ہوا ہے۔ آپ نے بیت اللہ کا حج بھی کیا ہے اور مشرقِ اقصیٰ اور مغربی یورپ کے ممالک کو بھی دیکھا ہے۔ بسنہ ۱۹۲۴ء میں آپ لندن کی مذہبی کانفرنس میں شریک ہوئے اور بانیانِ کانفرنس نے تسلیم کیا کہ کانفرنس کی کامیابی کی بڑی وجہ آپ کی مقناطیسی شخصیت تھی۔ آپ کی طرف سے جو مضمون کانفرنس میں اسلام کی تائید میں پڑھا گیا وہ خاص قدر کی نگہ سے دیکھا گیا اور اُسے بہت ہی قبولیت حاصل ہوئی۔

آپ تمام اُن تحریکوں اور مسائل میں دلچسپی لیتے ہیں جو بنی نوع انسان کے کسی طبقہ کی بہبودی سے تعلق رکھتی ہوں یا جن کا اثر کسی رنگ میں مذہب پر پڑتا ہو۔ ہر ایسی تحریک اور مسئلہ کے متعلق آپ تازہ سے تازہ علم حاصل کرتے رہتے ہیں۔ خالص دینی اور مذہبی امور کے متعلق تو آپ کے علم کا ذخیرہ حیرت انگیز ہے۔ اِس میں تو کوئی شک ہی نہیں کہ آپ موجودہ زمانہ میں ادیانِ عالم کے سب سے بڑے عالم ہیں۔

آپ کے تمام علوم کا سرچشمہ اللہ تعالیٰ کا زندہ کلام قرآن کریم ہے۔ قرآن کریم کے علوم کے حصول کے۔ لئے آپ بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وحی اور آپ کی تصنیفات سے بہت سی روشنی اور مدد حاصل کرتے ہیں۔ آپ کا بہت سا وقت عبادات اور ذکرِ الٰہی اور روحانی امور کے متعلق فکر میں صرف ہوتا ہے۔ اور آپ خود بھی صاحب الہام اور کشف اور رویا ہیں۔ آپ کے بہت سے الہامات اور کشوف اور رویا جن میں سے بعض موجودہ جنگ کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں۔ حیرت انگیز طریقہ پر پورے ہو چکے ہیں۔

تصانیف و تقاریر | آپ کی تحریروں اور تقریروں کا مجموعہ نہایت ضخیم ہے۔ ان کا حلقہ نہایت وسیع ہے۔ اور انسانی عملیات کے قریباً ہر پہلو پر حاوی ہے۔ آپ کا سب سے شاندار علمی کارنامہ جو آئندہ کئی نسلوں کے لئے مخزنِ علوم اور مشعلِ ہدایت کا کام دیگا قرآن کریم کی تفسیر ہے۔ جو آپ کی زیر تصنیف ہے۔ قرآن کریم کی تعلیم سے واقفیت حاصل کرنے اور اُس کے علوم پر آگاہی پانے کیلئے کوئی اور ایسا مکمل اور جامع اور محفوظ رہنما موجودہ زمانہ میں میسر نہیں۔ آپنے اپنی تصنیف "احمدیت یعنی حقیقی اسلام" میں انسانی زندگی کے مختلف شعبوں اور پہلوؤں کی نسبت اسلام کی تعلیم کو کسی قدر تفصیل کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔ یہ کتاب ۱۹۲۴ء میں شائع ہوئی۔ مسلم اور غیر مسلم دونو کے لئے اسلامی تعلیم کا خاکہ معلوم کرنے کے لئے یہ کتاب بہترین ذریعہ ہے۔ آپ نے اپنی بعض دوسری تصانیف اور تقریروں میں اسلامی عقائد کی حکمت اور اُن کے فوائد کی تشریح فرمائی ہے۔ مثلاً ہستی باریتعالےٰ تقدیر الٰہی۔ ملائکۃ اللہ وغیرہ۔ ایک تقریر میں رویا اور کشوف وغیرہ کے متعلق

بحث کی ہے۔ تقریروں کے ایک سلسلہ میں قرآن کریم کے فضائل بیان فرمائے ہیں۔
آپ کی بعض تحریروں کے مخاطب فرمانروایانِ ممالک یا بعض اور ممتاز شخصتیں ہیں۔ جنہیں اُن تحریروں کے ذریعہ معقول دلائل کی بنا پر احمدیت اور اسلام قبول کرنے کی دعوت دی گئی ہے۔ اس زمرہ میں دعوت الامیر (جس کے مخاطب جلالۃ الملک امیر امان اللہ خان سابق والئے افغانستان ہیں) تحفۃ الملوک (جس کے مخاطب ایک بڑی ریاست کے نواب ہیں) تحفہ شاہزادہ ویلز (جس کے مخاطب ہز رائل ہائی نس شاہزادہ ویلز موجودہ ڈیوک آف ونڈسر ہیں) تحفہ لارڈ اردن (جسکے مخاطب لارڈ اردون ہیں جو اس وقت وائسرائے ہند تھے اور اِن ایام میں ریاستہائے متحدہ امریکہ میں سفیر برطانیہ ہیں) شامل ہیں۔
وہ لوگ جنہیں آپ کی تقریریں سننے کا موقعہ ملا ہے اِس امر پر شاہد ہیں کہ آپ اپنی قوتِ بیان۔ دلائل کی مضبوطی۔ مثالوں کی برجستگی۔ سامعین کے اعلیٰ جذبات کے اکسانے اور اپنے مقاصد اور نصب العین کی بلندی کی طفیل حاضرین کے دل و دماغ پر کس قدر زبردست تصرف حاصل کر لیتے ہیں۔ آپ تشریح اور توضیح تنقید اور دلائل کے میدان کے لاثانی شہسوار ہیں۔ اور جب آپ کسی پیچیدہ مسئلہ کی عقدہ کشائی کر رہے ہوتے ہیں تو ہزاروں سامعین متواتر کئی گھنٹے غیر معمولی توجہ اور انہماک کے ساتھ آپ کی تقریر کو سنتے چلے جاتے ہیں اور نہ صرف یہ کہ وہ اکتاتے نہیں بلکہ ہر لحظہ اُن کی یہی خواہش ہوتی ہے۔ کہ اِس علمی ضیافت کا سلسلہ لمبا ہی ہوتا چلا جائے۔

دلرُبا شخصیت | آپ کو اللہ تعالیٰ نے ایک نہایت دلرُبا شخصیت عطا فرمائی ہے

اور ہر شخص جس کو آپ کے ساتھ سابقہ پڑتا ہے۔ اگر وہ حسد اور بغض کے جذبات سے پاک ہو تو آپ کے حسن واحسان کا گرویدہ ہو جاتا ہے۔ آپ کی زندگی نہایت اعلیٰ خلق اور شفقت کا نمونہ ہے۔ آپ کی طبیعت باوجود بھاری ذمہ داریوں اور اہم افکار کے ہر وقت بشاش نظر آتی ہے۔ مہمان کی تواضع اور خاطرداری کا جذبہ آپ میں اتم درجہ پر موجود ہے۔ آپ کی فیاضی اور احسان اپنے احباب اور خدام تک ہی محدود نہیں۔ کثرت سے ایسے لوگ موجود ہیں جو بے تعلق رہ کر بلکہ مخالف ہو کر بھی آپ کے احسانات کے مورد ہو چکے ہیں۔

جو وقت بھی کوئی شخص آپ کی صحبت میں گذارتا ہے وہ اس کے لئے روحانی اور اخلاقی تربیت کا موجب ہوتا ہے۔ قادیان میں مغرب اور عشاء کی نمازوں کے درمیان آپ مسجد مبارک میں تشریف فرما رہتے ہیں۔ اور بڑے اور چھوٹے۔ عالم اور کم علم والے مسلم اور غیر مسلم سب کو آپ کی صحبت کا موقعہ میسر آجاتا ہے۔ اور اُسوقت جو روحانی اور دماغی دسترخوان بچھایا جاتا ہے۔ اُس میں سب شریک ہوتے ہیں۔ جو شخص چاہے کسی دینی، علمی یا اخلاقی مسئلہ پر آپ سے سوال کرسکتا ہے۔ اور آپ مشکل سے مشکل اور پیچیدہ سے پیچیدہ مسائل کو نہایت عام فہم طریق پر واضح فرماتے ہیں۔ اپنی تقریروں اور تحریروں میں بھی آپ کا یہی طریق ہے کہ آپ تشریح اور توضیح اور دلائل کے ذریعہ اپنی بات منوانے کی سعی فرماتے ہیں۔ نہ کہ محض اختیار اور رعب کے طریق سے۔ مسجد مبارک کی اِن صحبتوں سے اُن میں حصہ لینے والے ایک دماغی تازگی اور روحانی نور حاصل کر کے لوٹتے ہیں اور ساتھ ہی یہ حسرت محسوس کرتے ہیں کہ یہ پاک صحبت اِسقدر جلد ختم ہو گئی۔

جماعت کے افراد کو آپکی ذات کیساتھ جسقدر والہانہ وابستگی ہے۔ اُسکی شرح الفاظ میں بیان کرنا مشکل ہے لیکن اُسکا اندازہ کسی قدر اُس مخلصانہ جذبہ طاعت سے ہو سکتا ہے جسکا عملی نظارہ جماعت کے ہر مخلص فرد کی روزانہ زندگی میں مشاہدہ کیا جا سکتا ہے۔ کسی دنیوی بادشاہ یا حکمران سے تعلق اُسکی رعایا کے دلوں میں محبت اور وفاداری کا وہ جذبہ نہیں پایا جاتا جو جماعت کے دلوں میں اپنے امام کیلئے موجزن ہے۔ جماعت کی ایک بہت بڑی کثرت آپ کے ارشاد کے ماتحت عملاً اپنی جانیں، اور اپنے اموال اسلام کیخدمت کیلئے وقف کئے ہوئے ہے۔

آپکی ذات صفاتِ حسنہ کا ایک ایسا دلکش مجموعہ پیش کرتی ہے جسکا ایک شخص کے وجود میں ظہور بہت نادر ہے۔ آپ ضرورت کیوقت شعر بھی کہہ لیتے ہیں اور ظاہری اور باطنی علوم کا سرچشمہ بھی ہیں۔ آپ تخیل اور عمل کے میدان کے یکساں شاہسوار ہیں۔ آپکی زندگی کا بہت سا حصہ ذکر اور فکر میں گذرتا ہے۔ لیکن میدان عمل میں آپ ایک اولوالعزم اور جری قائد بھی ہیں۔ آپ صاحب الہام وکشوف ورویا بھی ہیں اور پھر ان بشارتوں کو جو آپکو اللہ تعالیٰ کیطرف سے حاصل ہوتی ہیں عملی جامہ پہنانے میں آپ نہایت مستعد بھی ہیں۔ چھوٹی سے چھوٹی تفاصیل بھی آپکی توجہ کو جذب کرتی ہیں اور بڑی سے بڑی مہم آپکے تدبر اور ہمت کے مقابلہ میں آسان ہو جاتی ہے۔ آپ ایک نہایت شفیق اور قدردان آقا۔ نہایت مخلص اور ہمدرد دوست نہایت بشاش اور حوصلہ افزا رفیق اور نہایت دانشمند اور دُوربین مشیر ہیں۔ اسلامی جماعت میں آپ کو اعلیٰ ترین مرتبہ حاصل ہے۔ لیکن آپکی زندگی نہایت ہی سادہ اور زاہدانہ اور ہر قسم کی نمائش اور تکلف سے پاک ہے۔ اور آپکا پاک نفس اسی دنیا میں راضیۃ مرضیۃ کا نقشہ پیش کرتا ہے۔ ایمان آپکی زندگی کی بنیاد ہے۔ صدق سادگی اور اخلاص آپکی زندگی کے اصول ہیں۔ عزم استقلال اور کامیابی آپکی زندگی کی قدرو قیمت قائم کرتے ہیں۔ کاش آپکے مخالفین آپ کی قدرو منزلت کو پہچانتے!

حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد

خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ

کی

تحریروں اور تقریروں کے

بعض

انتخابات

موجودہ زمانہ

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے بچپن کا ایک لیکچر

سنہ ۱۹۰۶ء میں جبکہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی عمر قریبًا اٹھارہ سال کی تھی۔ آپ نے توحید پر ایک لیکچر دیتے ہوئے موجودہ کے متعلق فرمایا:-

یہ وہ وقت ہے کہ خدا کا چہرہ سرخ ہو رہا ہے۔ اور قریب ہے۔ کہ وہ دنیا کو ہلاک کر دے۔ مگر ساتھ ہی وہ اس وقت خزانہ کھول کر بیٹھا ہے۔ تاکہ جو سوال کرے۔ وہ اپنے سوال سے بڑھ کر پاوے۔ اس زمانہ کی نسبت ہر قوم اور ہر مذہب میں پیشگوئیاں ہیں۔ اسمیں خدا کے مامور کی اور شیطان کی آخری جنگ ہو گی۔ یہاں تک کہ پارسیوں میں بھی پیشگوئی ہے کہ آخری زمانہ میں جس کی فلاں فلاں نشانیاں ہوں گی۔ اہرمن دیو یعنی شیطان اور یزدان دمراد ہے کہ یزدانی لوگوں کی آخری جنگ ہو گی۔ اور شیطان بالکل قتل کر ڈالا جائیگا۔ پس یہ زمانہ ایک ایسا زمانہ ہے۔ کہ لوگوں نے مال و زر کو اپنا معبود بنایا ہؤا ہے۔ اور گویا کہ خدا کا شریک ٹھہرایا ہے۔

یہ وقت تھا۔ کہ خدا اپنے بندوں کی مدد کرتا۔ کیونکہ وہ رحیم و کریم ہے اور اُس نے ایسا ہی کیا ہے۔ اور جیسا کہ نبیوں کے ذریعہ سے خبر دی تھی۔ اسوقت وہ شخص مامور ہوا ہے۔ جسکے لئے مقدر ہے۔ کہ وہ شیطان

کے حربہ کو توڑے۔ یعنی شرک کو دور کرے۔ ہاں؛ دنیا دیکھ لے گی۔ کہ شرک کس طرح تباہ ہوگا۔

اب ہمارا فرض ہے۔ کہ ہم اپنے دلوں سے شرک کو دور کریں۔ اور دوسروں کو بھی بچانے کی کوشش کریں۔ اور ہر وقت حضرت مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود و مہدی موعود کا ہاتھ بٹانے کے لئے تیار رہیں۔"

چشمہ توحید صفحہ ۱۷ تا ۱۹

ایک بہت بڑی قربانی کی ضرورت

اُنیس بیس برس کی عمر میں آپ نے ایک ماہانہ تبلیغی رسالہ تشحیذ الاذہان جاری کیا جسکے پہلے نمبر میں احمدیہ جماعت کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا:۔

"اے میرے احمدی بھائیو۔ اگر ہم نے خدا تعالیٰ کے ایک فرستادہ کو مانا ہے۔ تو یہ نہ سمجھنا چاہئے۔ کہ اب ہم بالکل سبکدوش ہو گئے ہیں۔ بلکہ ہم نے اپنے سر پر ایک بارِ گراں اُٹھا لیا ہے۔ اور ایک کام اپنے ذمہ لیا ہے کہ جس کا کرنا سہل نہیں ہے۔ بلکہ ایک نہایت ہی دشوار کام ہے۔ کہ بجز خدا تعالیٰ کی مدد کے کامیاب ہونا مشکل ہے۔ دین کو دنیا پر مقدم کرنا کوئی ایسی بات نہیں جو زبان سے کہہ دینے پر اُس سے خلاصی ہو جائے نہیں بلکہ اُس کیلئے بڑی قربانی کی ضرورت ہے۔ ایک بہت ہی بڑی قربانی کی ضرورت ہے۔ اپنی خواہشوں اور ارادوں کی قربانی اُس کے لئے ضروری ہے آج وہ وقت ہم کو ملا ہے۔ کہ تیرہ سو برس سے لوگ اُس کا انتظار کرتے

چلے آئے ہیں۔ لیکن خدا تعالیٰ نے جو ہم کو اِس زمانہ میں پیدا کیا ہے۔ تو بیفائدہ نہیں کیا۔ اُس کا ہم پر یہ بہت بڑا احسان ہے۔ اور ہم اُس کے احسان سے سبکدوش نہیں ہو سکتے۔ اور اس مسیح کی شناخت عطا کرنی اور بھی بڑا فضل ہے۔ ایسی زبان کوئی نہیں۔ جو اس کا شکریہ ادا کر سکے۔ یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے۔ کہ خدا تعالیٰ نے جس بات کا ارادہ کیا ہے۔ اس کو تو ضرور کر کے ہی چھوڑے گا۔ ہم کو جو اُس نے اِس زمانہ میں پیدا کیا اور اُس کی شناخت عطا کی۔ تو ہم کیوں نہ مفت کا ثواب حاصل کریں۔ اور جب کہ ہاتھ پر ہاتھ دھر کے بیٹھنے کا الٹا عذاب ہے۔ تو کیا وجہ ہے۔ کہ کل دنیا سے مخالفت کر کے ایک خدا کے برگزیدہ بندہ نہ مانا جائے۔ اور پھر اسکی اطاعت نہ کر کے عذاب سہیڑا جائے۔ کیا یہ بھی کوئی عقل کی کوئی بات ہے۔ وہی مثل ہوئی ع

نہ خدا ہی ملا نہ وصالِ صنم نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے ہوئے

اگر ہم کو دین اسلام کی مدد کرنے کا جوش نہیں تو باخدا ہم نہایت ہی سخت ٹوٹا پانیوالوں میں ہیں۔ وہ دل ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے جسمیں اسلام کی محبت نہ ہو۔ اور وہ آنکھ جو اسلام کی ترقی دیکھنے کی مشتاق نہیں پھوٹ جائے تو بہتر ہے۔ ٹوٹ جائیں وہ ہاتھ جو اسلام کی مدد سے قاصر ہیں۔ رونے کا مقام ہے اگر ہم اسلام کی ترقی کی کوشش میں کچھ بھی سستی کریں۔ سو اے بھائیو! دعا کرو۔ اور خدا تعالیٰ سے مدد مانگو۔ کہ اے رب ذی الاکرام اب ہم گنہگاروں پر رحم کر۔ اور ہماری پچھلی خطاؤں کو معاف کر۔ اور آئندہ ہم کو نیکی کی توفیق

دے اور اے خدا۔ اے قادر۔ جب ہماری جان نکلے تو ہم مسلمان ہوں۔
ہم ایک دم کے لئے بھی اشاعت دین سے غفلت نہ کریں۔ اے غیور خدا
تو دیکھتا ہے۔ کہ اسلام پر شرک نے کیسے حملے کئے ہیں۔ پس ہماری مدد کر
کہ ہم تیرے مسیح کے ساتھ ساتھ شرک کے توڑنے میں لگے ہیں"۔
تشحیذ الاذہان نمبر ا جلد ا صـ۱۲

اخبار الفضل کے اجراء پر دعا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالی نے ۱۹۱۳ء میں اخبار الفضل جاری کیا جس کا سب سے پہلا ایڈیٹوریل لکھتے ہوئے آپ نے اللہ تعالیٰ کو خطاب کرتے ہوئے لکھا:۔

اے بادشاہ ہماری کمزوریوں پر نظر کر اور ہمارے دلوں سے زنگ دور کر اسلام کی ترقی کے دن پھر آویں۔ اور پھر یہ درخت بار آور ہو۔ اور اس کے شیریں پھل ہم کھائیں۔ اور تیرا نام دنیا میں بلند ہو۔ اور تیری قدرت کا اظہار ہو۔ نور چمکے اور ظلمت دُور ہو۔ ہم پیاسے ہیں۔ اپنے فضل کی بارش ہم پر برسا۔ اور ہمیں طاقت دے کہ تیرے سچے دین کی خدمت میں ہم اپنا جان و مال قربان کریں۔ اور اپنے وقت اس کی اشاعت میں صرف کریں۔ تیری محبت ہمارے دلوں میں جاگزیں ہو۔ اور تیرا عشق ہمارے ہر ذرہ میں سرائیت کر جائے۔ ہماری آنکھیں تیرے ہی نور سے دیکھیں۔ اور ہمارے دل تیری ہی یاد سے پُر ہوں۔

اور ہماری زبانوں پر تیرا ہی ذکر ہو۔ تو ہم سے راضی ہو جائے۔ اور ہم تجھ سے راضی ہوں۔ تیرا نور ہمیں ڈھانک لے۔ اے میرے مولیٰ اس مُشت خاک نے ایک کام شروع کیا ہے۔ اس میں برکت دے۔ اور اسے کامیاب کر۔ میں اندھیروں میں ہوں۔ تو آپ ہی راستہ دکھا۔ لوگوں کے دلوں میں الہام کر کہ وہ الفضل سے فائدہ اُٹھائیں اور اُس کے فیض کو لاکھوں نہیں کروڑوں پر وسیع کر اور آئندہ آنے والی نسلوں کیلئے بھی اُسے مفید بنا اس کے سبب سے بہت سی جانوں کو ہدایت ہو۔ میری نیتوں کا تو واقف ہے۔ میں تجھے دھوکہ نہیں دے سکتا کیونکہ میرے دل میں خیال آنے سے پہلے تجھے اس کی اطلاع ہوتی ہے۔ پس تو میرے مقاصد و اغراض کو جانتا ہے۔ اور میری دلی تڑپ سے آگاہ ہے۔ لیکن میرے مولیٰ میں کمزور ہوں۔ اور ممکن ہے کہ میری نیتوں میں بعض پوشیدہ کمزوریاں بھی ہوں۔ تو ان کو دور کر۔ اور اُن کے شر سے مجھے بچا لے۔ اور میری نیتوں کو صاف کر اور میرے ارادوں کو پاک۔ تیری مدد کے بغیر میں کچھ بھی نہیں کر سکتا۔ پس اس ناتواں وضعیف کو اپنے دروازہ سے خائب و خاسر مت پھیر یو۔ کہ تیرے جیسے بادشاہ سے میں اس کا امیدوار نہیں۔ تو میرا دستگیر ہو جا۔ اور مجھے تمام ناکامیوں سے بچا آمین ثم آمین۔

الفضل جلد اوّل نمبر ا

اسلام اور مسلمان

اسلام اپنی خوبیوں سے ہر ایسے شخص کو جو تعصب سے خالی ہو کر اُس پر غور کرے۔ اپنی طرف کھینچ لیتا ہے۔ اور باوجود اُن رکیک تاویلات کے اور اُن اجنبی قصوں کے جو اسکی تفاسیر میں بھر دیئے گئے ہیں بہت سے لوگوں کو اس کی حقیقت پر آگاہی ہو جاتی ہے۔ اور وہ اسلام میں داخل ہونا پسند کرتے ہیں لیکن مسلمان اُن کیلئے روک ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ اُن کے اعمال ایسے نہیں ہیں۔ جنکو دیکھ کر لوگ اسلام میں داخل ہونیکی خواہش کریں۔ اور اِس طرح مسلمان سے جو نقصان پہنچ رہا ہے۔ وہ غیروں سے نہیں پہنچتا۔ تحفۃ الملوک ص ۴۹

خدا تعالیٰ کی طرف سے اتمام حجت

اب اُس نے ارادہ کیا ہے کہ اگر لوگ اُس کے حق کو تسلیم نہ کریں گے اور اُس کے دین کو قبول نہ کرینگے اور اُس کے ماموروں پر ایمان نہیں لائینگے تو وہ اُن پر عذاب نازل کریگا۔ اور اُن کو دُکھ پر دُکھ پہنچائیگا اور اُس وقت تک نہیں باز آئیگا۔ جب تک وہ اُس کے احکام کو قبول نہ کریں اور اُس کی بادشاہت کو تسلیم نہ کریں جب کہ ادنےٰ سے ادنےٰ حاکم پسند نہیں کرتا کہ لوگ اُس سے مُنہ پھیر کر دُوسروں کی طرف توجہ کریں۔ تو وہ جو احکم الحاکمین ہے کب برداشت کر سکتا ہے؟ جب تک خدا کا مُرسل نہیں آیا تھا لوگوں کے لئے فیصلہ کرنا مشکل تھا۔

مگر اب کسی کے لئے کوئی عذر باقی نہیں۔ سورج سر پر آگیا ہے اور اندھیرا جاتا رہا ہے۔ اور وہ لوگ جو آنکھیں کھولتے ہیں خدا کے جلال کو دیکھتے ہیں +

آہ! لوگ نہیں سوچتے کہ جس کی یاد میں کروڑوں انسان گزر گئے۔ اُس کا زمانہ خدا تعالےٰ نے ان کو دیا ہے۔ جو آج سے پہلے مر چکے ہیں ایسے بہت ہونگے جو خواہش کرتے ہونگے کہ کاش! ہم سے سب کچھ لیا جاتا۔ اور مسیحؑ کا زمانہ ہم کو مل جاتا۔ اور جو آئندہ آئینگے لیکن دیر کے بعد پیدا ہوں گے۔ وہ بھی خواہش کریں گے۔ کہ کاش! ہم سے سب نعمتیں لے لی جاتیں مگر خدا کے مُرسلؑ کا قرب پا لیتے +

تحفہ شاہزادہ ویلز صہ ۱۲۴

خدا تعالیٰ کا پیغام

اپنی کتاب دعوۃ الامیر میں جو حضور نے امیر امان اللہ خان صاحب والئ افغانستان کو تبلیغ کی غرض سے تصنیف فرمائی۔ آپ نے امیر صاحب کو خطاب کرتے ہوئے لکھا۔

میں آپ سے سچ سچ کہتا ہوں۔ کہ احمدیت کے باہر خدا نہیں مل سکتا ہر ایک شخص جو اپنے دل کو ٹٹولے گا۔ اُسے معلوم ہو جائیگا۔ کہ اسکے دل میں خدا اور اُس کی باتوں پر وہ یقین اور وثوق نہیں جو قطعی اور یقینی باتوں پر ہونا چاہئے۔ اور نہ وہ اپنے دل میں وہ نُور پائے گا۔

جس کے بغیر اللہ تعالیٰ کا چہرہ نظر نہیں آسکتا۔ یہ یقین اور وثوق اور یہ نور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جماعت کے باہر کہیں نہیں مل سکتا۔ کیونکہ خدا تعالیٰ چاہتا ہے۔ کہ سب کو ایک نقطہ پر جمع کر دے مگر کیا کوئی شخص جو موت پر نظر رکھتا ہے۔ اس زندگی پر خوش ہو سکتا ہے۔ جو خدا سے دُوری میں کٹے۔ اور جس میں اللہ تعالےٰ کے نور سے حصہ نہ ملے۔ پس اِس نُور کو حاصل کیجئے۔ اور اِس یقین کی طرف دوڑیئے۔ جو احمدیت میں ہی حاصل ہو سکتا ہے۔ اور جس کے بغیر زندگی بالکل بےمزہ اور بے لطف ہے۔ اور دوسروں پر سبقت لے جایئے۔ تاکہ آئندہ نسلوں میں بھی آپ کا نام ادب اور احترام کے ساتھ لیا جائے۔ اور زمانہ کے آخر تک آپ کے نام پر رحمتیں بھیجنے والے لوگ موجود رہیں ....

یہ دنیا چند روزہ ہے۔ اور نا معلوم کہ کون کب تک زندہ رہے گا۔ آخر ہر ایک کو مرنا ہے۔ اور خدا تعالیٰ کے حضور میں پیش ہونا ہے۔ اُس وقت سوائے صحیح عقائد اور صالح اعمال کے اور کچھ کام نہیں آئیگا غریب بھی اِس دنیا سے خالی ہاتھ جاتا ہے۔ اور امیر بھی۔ نہ بادشاہ اب تک اِس دنیا سے کچھ لے گئے ہیں۔ نہ غریب۔ ساتھ جانے والا صرف ایمان ہے۔ یا اعمال صالحہ۔ پس اللہ تعالیٰ کے مامور پر ایمان لایئے۔ تا خدا تعالیٰ کی طرف سے آپ کو امن دیا جائے۔ اور اسلام کی آواز کو قبول کیجئے تا سلامتی سے آپ کو حصہ ملے۔ میں آج اِس فرض کو ادا

کر چکا ہوں۔ جو مجھ پر تھا۔ خدا تعالیٰ کا پیغام میں نے آپ کو پہنچا دیا ہے
اب ماننا نہ ماننا آپ کا کام ہے۔ ہاں مجھے آپ سے امید ضرور ہے۔
کہ آپ میرے خط پر پوری طرح غور کریں گے۔ اور جب اسکو بالکل
راست اور درست پائیں گے تو وقت کے مامور پر ایمان لانے میں دریغ
نہیں کرینگے۔ خدا کرے کہ ایسا ہی ہو۔ دعوۃ الامیر صـ ۲۸۲ تا ۲۸۳

بنی نوع انسان کو بشارت عظمیٰ

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ نے اپنی نہایت گراں قدر تصنیف "احمدیت کے
آخر میں دُنیا کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بشارت دیتے ہوئے لکھا:۔

اے بھائیو اور بہنو! خدا نے ہمیں اس لئے پیدا کیا ہے۔ تا ہم اُس کے
جلال کے مظہر ہوں۔ اور تا اس کی صفات کو اپنے اندر جذب کریں جب تک
ہم اِس مقصد کو پورا نہ کریں۔ ہم ہرگز کامیاب نہیں کہلا سکتے۔ ہماری دنیاوی
ترقیات کیا ہیں؟ ایک مشغلہ سے زیادہ حقیقت نہیں رکھتیں۔ یہ تمام ترقیات
ہمارے کس کام کی اگر ہم خدا کو اپنے پر ناراض کر لیتے ہیں اور ابدی ترقیات
کے راستے اپنے اوپر بند کر لیتے ہیں۔ اگر ہم دنیا کی سب سے بڑے
موجد بھی ہیں۔ لیکن اس علم کی طرف توجہ نہیں کرتے۔ جس کے ذریعہ سے
ہم ابدی زندگی میں نور حاصل کر سکیں۔ تو ہماری مثال اس طالب علم کی
ہے۔ جو سارا دن کھیلتا رہتا ہے اور اس پر خوش ہو جاتا ہے۔ کہ اس نے
مقابلہ میں اپنے حریف کو پچھاڑ لیا۔ لیکن وہ اس مقابلہ کی فکر نہیں کرتا۔ جو

اس کی ساری زندگی کو سدھارنے والا ہے۔ زندگی وہی ہے۔ جو نہ ختم ہونے والی ہو۔ اور راحت وہی ہے۔ جو نہ مٹنے والی ہو۔ اور علم وہی ہے۔ جو ہمیشہ بڑھتا رہے۔ پس ابدی زندگی اور دائمی راحت اور حقیقی علم کی طرف توجہ کرو۔ تا دونو جہاں کا آرام پاؤ۔ اور اسی طرح خدا تعالیٰ کو خوش کرو۔ جس طرح کہ دنیا کے لوگوں کو خوش کرنا چاہتے ہو۔

اے بھائیو۔ اور بہنو! خدا تعالیٰ نے تمہاری پریشان حالت کو دیکھ کر اب تمہارے لئے رحمت کا دروازہ کھولا ہے۔ اور خود تمکو بلانے کیلئے آیا ہے۔ پس اُسکے احسان اور اس کی محبت کی قدر کرو۔ اور اُس کی نعمتوں کو ردّ نہ کرو۔ اور اُس کے احسانوں کو حقیر سمجھ کر اُن سے منہ نہ پھیرو۔ کہ وہ خالق ہے۔ اور مالک ہے۔ اور اس کے آگے کسی تکبر کرنے والے کا تکبر نہیں چلتا۔ بڑھو! اور اُس کے فضل کے دروازے میں داخل ہو جاؤ تا اس کی رحمت تم کو اپنے آغوش میں لیلے۔ اور اُس کے فضل کی چادر تم کو اپنے اندر لپیٹ لے ....

اے بھائیو میں تم کو بشارت دیتا ہوں۔ کہ خدا کی رحمت آج اسی طرح جوش میں آئی ہوئی ہے۔ جس طرح آج سے سینکڑوں سال پہلے وہ جوش میں آئی تھی۔ جس طرح وہ محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وقت میں جوش میں آئی تھی۔ مسیح ناصری علیہ السلام کے وقت میں جوش میں آئی تھی۔ داؤدؑ کے وقت میں جوش میں آئی تھی۔ موسیٰؑ کے وقت میں جوش میں آئی تھی۔ اسحاقؑ کے وقت میں جوش میں آئی تھی۔ ابراہیمؑ کے وقت میں

جوش میں آئی تھی۔ نوحؑ کے وقت میں جوش میں آئی تھی اور اس کی معرفت کا سورج اسی طرح آج بھی چڑھا ہے۔ جس طرح کہ پہلے نبیوں کے زمانہ میں چڑھا کرتا تھا۔ پس باہر نکلو۔ اور کمروں کی بند ہوا کی بجائے عالم روحانی کی وسیع فضا میں خدا کی رحمت کی ٹھنڈی اور معطر ہوا سونگھو اور اس کی معرفت کے سورج کی خوشگوار روشنی اور چمک سے اپنی آنکھوں کو منور کرو۔ کہ یہ دن روز روز نہیں چڑھا کرتے ....

ہاں ہاں! اے مشرق و مغرب کی سرزمینوں کے بسنے والو۔ سب خوش ہو جاؤ اور افسردگی کو دلوں سے نکالدو۔ آخر وہ دولہا جس کی تمکو انتظار تھی۔ آگیا آج تمہارے لئے غم اور فکر جائز نہیں۔ آج تمہارے لئے حسرت و اندوہ کا موقعہ نہیں بلکہ خرمی اور شادمانی کا زمانہ ہے۔ مایوسی کا وقت نہیں۔ بلکہ امیدوں اور آرزؤوں کی گھڑیاں ہیں۔ پس تقدیس کے سنگھار سے اپنے آپکو زینت دو۔ اور پاکیزگی کے زیوروں سے اپنے آپکو سجاؤ۔ کہ تمہاری دیرینہ آرزوئیں بر آئیں اور تمہاری صدیوں کی خواہشیں پوری ہوئیں۔ تمہارا رب خود چل کر تمہارے گھروں میں آگیا۔ اور تمہارا مالک اب تمہاری رضامندی کا طالب ہوا۔ آؤ! تو کہ ہم سب اپنے بچوں والے تنازعات کو بھول کر اُسکے فرستادے کے ہاتھ پر جمع ہو جائیں۔ اور اُس کی حمد کے ترانے گائیں۔ اور اُس کی ثنا کے قصیدے پڑھیں اور اُس کے دامن کو ایسی مضبوطی سے پکڑ لیں۔ کہ پھر وہ یار یگانہ کبھی ہم سے جُدا نہ ہو۔ آمین۔

(احمدیت یعنی حقیقی اسلام صفحہ ۲۶۶ تا ۲۷۰)

زندگی کی علامت

جماعت سے وقف زندگی کا مطالبہ کرتے ہوئے فرمایا :-

"زندگی کی علامت یہ ہے کہ تم میں سے ہر شخص اپنی جان لیکر آگے آئے اور کہے کہ اے امیرالمومنین ! یہ خدا اور اُس کے رسول اور اس کے دین اور اسکے اسلام کیلئے حاضر ہے ۔ جس دن سے تم یہ سمجھ لو گے کہ تمہاری زندگیاں تمہاری نہیں بلکہ اسلام کیلئے ہیں ۔ جس دن سے تم نے محض دل میں ہی یہ نہ سمجھ لیا بلکہ عملاً اُسکے مطابق کام بھی شروع کردیا ۔ اُسدن تم کہہ سکو گے ۔ کہ تم زندہ جماعت ہو۔

جان کا مطالبہ

تم سے جس چیز کا مطالبہ کیا گیا ۔ اور جو اکیلا حقیقی مطالبہ ہے وہ تمہاری جان کا مطالبہ ہے ۔ نہ صرف ہمیں اس مطالبہ کو پورا کرنا چاہئے ۔ بلکہ ہر وقت یہ مطالبہ تمہارے ذہن میں مستحضر رہنا چاہیئے ۔ کیونکہ اُس وقت تک تم میں جرأت و دلیری پیدا نہیں ہو سکتی جب تک تم اپنی جان کو ایک بے حقیقت چیز سمجھ کر دین کے لئے اُسے قربان کرنے کے لئے ہر وقت تیار نہ رہو"

خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۱؍جنوری ۴۵ء

خدا کے لئے قربانی

میرے مخاطب وہی ہیں ۔ جو خدا کے لئے قربانی کرتے ہیں ۔ نہ کہ میرے لئے اور قربانی کرتے وقت خدا کو مدنظر رکھتے ہیں ۔ نہ کہ دنیا کو ۔ اُن کو بشارت ہو کہ ہر شخص اپنی قربانی اور ایثار کے مطابق بدلہ لے گا ۔ خدا تعالیٰ کسی کا قرض نہیں

رہنے دیتا۔ وہ ضرور اِس جہاں میں بھی۔ اگلے جہاں میں بھی۔ روحانی رنگ میں بھی۔ اور عرفانی رنگ میں بھی۔ تقویٰ کے رنگ میں بھی اور قوتِ عمل کے رنگ میں بھی ضرور بدلہ دیگا۔ یہ وہی بہتر جانتا ہے۔ کہ کِسے کس رنگ میں بدلہ دینا بہتر ہوتا ہے۔ وہ خوب جانتا ہے۔ کہ بعض کیلئے علم اور بعض کے لئے مال اور بعض کے لئے اطمینانِ قلب ٹھوکر کا موجب ہو جاتا ہے۔ پس وہ کیوں اپنے بندہ کو ٹھوکر دے۔ نادان سمجھتا ہے۔ کہ اگر اُسے ایک خاص صورت میں انعام نہیں ملا تو اسے کچھ نہیں مِلا۔ حالانکہ اُس کیلئے اس صورت میں انعام کا نہ ملنا ہی انعام کا مِلنا ہوتا ہے۔

(خطبہ جمعہ ۱۲ دسمبر ۱۹۳۶ء الفضل نمبر ۱۴۱)

"میری آواز خدا تعالیٰ کی آواز ہے"

میں اِس لئے خلیفہ نہیں کہ حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ عنہ کی وفات کے دوسرے دِن جماعت کے لوگوں نے جمع ہو کر میری خلافت پر اتفاق کیا بلکہ اِس لئے خلیفہ ہوں کہ حضرت خلیفہ اول رضؓ کی خلافت سے بھی پہلے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خدا تعالیٰ کے الہام سے فرمایا تھا کہ میں خلیفہ ہوں۔ پس میں خلیفہ نہیں بلکہ موعود خلیفہ ہوں۔ میں مامور نہیں بلکہ میری آواز خدا تعالیٰ کی آواز ہے۔ کہ خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ اس کی خبر دی تھی۔ گویا اس خلافت کا مقام ماموریت اور خلافت کے درمیان کا مقام ہے۔ اور یہ موقعہ ایسا نہیں کہ جماعت احمدیہ اُسے

رائگان جانے دے اور پھر خدا تعالیٰ کے حضور سُرخرو ہو جائے جس طرح یہ بات درست ہے کہ نبی روز روز نہیں آتے۔ اسیطرح یہ بھی درست ہے۔ کہ موعود خلیفے بھی روز روز نہیں آتے۔" (تقریر مجلس مشاورت ۱۹۳۶ء)

تحریک جدید کے اصول مستقل ہیں

یہ عارضی چیزیں نہیں۔ بلکہ مستقل چیزیں ہیں۔ اور دوستوں کا فرض ہے۔ کہ جبر سے نہیں بلکہ پیار محبت سے سمجھا کر۔ دلائل دے کر لوگوں کو قائل کریں۔ جب یہ باتیں ہماری جماعت کے قلوب میں راسخ ہو جائیں گی۔ تو جب احمدیت کو بادشاہتیں ملیں گی۔ اُس وقت کے بادشاہ بادشاہ بن کر نہیں بلکہ بھائی بنکر حکومت کریں گے۔ اور جہاں جائیں گے لوگ کہیں گے کہ یہ ہمیں اُٹھانے آئے ہیں۔

ہمیں سپاہیانہ طور پر زندگی بسر کرنی چاہیئے۔ اور اپنی تمام زندگی کو مختلف قسم کی قیود کے ماتحت لانا چاہیئے .... دوستوں کو چاہیئے کہ وہ پہلے سے بھی زیادہ شدت کے ساتھ سادہ زندگی کی طرف متوجہ ہوں۔ اور بجائے اس کے کہ وہ اُن قیود کو کم کرنے کی کوشش کریں۔ انہیں چاہیئے کہ زیادہ تعہد کے ساتھ اِن مطالبات پر عمل کریں۔

خطبہ جمعہ ۱۴ فروری ۱۹۳۶ء

احمدیت کی تعلیم کے مرکز

پھیل جاؤ دنیا میں پھیل جاؤ مشرق میں۔ پھیل جاؤ مغرب میں پھیل جاؤ شمال میں۔ پھیل جاؤ جنوب میں۔ پھیل جاؤ یورپ میں۔ پھیل جاؤ امریکہ میں۔ پھیل جاؤ افریقہ میں۔ پھیل جاؤ جزائر میں۔ پھیل جاؤ چین میں۔ پھیل جاؤ جاپان میں اور پھیل جاؤ دنیا کے کونے کونے میں۔ یہاں تک کہ دنیا کا کوئی گوشہ۔ دنیا کا کوئی ملک اور دنیا کا کوئی علاقہ ایسا نہ ہو۔ جہاں تم نہ ہو۔ پس تم پھیل جاؤ جیسے صحابہؓ پھیلے۔ پھیل جاؤ جیسے قرونِ اُولیٰ کے مسلمان پھیلے۔ تم جہاں جہاں جاؤ اپنی عزت کے ساتھ سلسلے کی عزت قائم کرو۔ جہاں پھرو۔ اپنی ترقی کے ساتھ سلسلے کی ترقی کا موجب ہو۔ اسی طرح مختلف پیشے ہیں۔ جو اور ملکوں میں سیکھے جا سکتے ہیں۔ انہیں سیکھو۔ اور اپنے ملک کو ترقی دو۔ کہیں مزدور بن کر کہیں کلرک بنکر اور کہیں دیگر ذرائع سے اُن فنون کو حاصل کرو۔ اور دنیا میں نام پیدا کرو۔ میں چاہتا ہوں۔ کہ ہماری زندگیوں میں ہی احمدیت کی تعلیم کے مرکز قائم ہو جائیں۔ پس قریب سے قریب زمانہ میں دُور سے دُور علاقوں میں مراکز احمدیت قائم کرنا تحریک جدید کا ایک مقصد ہے۔

(خطبہ جمعہ ۱۵ فروری سنہ ۳۶ء الفضل جلد ۲۳ نمبر ۲۱)

مرکز سلسلہ سے تعلق

میں تمہیں ایک طرف تو یہ کہتا ہوں۔ کہ جاؤ نکلکر تمام دنیا میں پھیل جاؤ۔

اور دوسری طرف یہ کہتا ہوں۔ کہ جب تمہیں مرکز سلسلہ سے آواز آئے کہ آجاؤ۔ تو لبیک کہتے ہوئے جمع ہو جاؤ۔ یہ آنا جسمانی طور پر بھی ہو سکتا ہے اور روحانی اور اخلاقی اور مالی طور پر بھی .... پس اے ابراہیم ثانی کے پرندو! اگر احیاء چاہتے ہو۔ تو دُنیا میں پھیل جاؤ۔ مگر اس طرح نہیں کہ اپنے گھروں کو بھول جاؤ۔ تمہارا اصل گھر قادیان ہے۔ خواہ تم کہیں رہتے ہو اُسے یاد رکھو...... پس جاؤ اور دنیا میں پھیل جاؤ۔ کہ کامیابی کا ذریعہ یہی ہے۔ اور جب آواز پہنچے۔ تو یوں جمع ہو جاؤ۔ جس طرح پرندے اُڑ کر جمع ہو جاتے ہیں۔ پھر خواہ کتنی بڑی فرعونی طاقت تمہارے مٹانے کے لئے کھڑی ہو جائے۔ اُسے معلوم ہو جائے گا۔ کہ احمدیت کو مٹانا آسان نہیں ہے"۔ تقریر جلسہ سالانہ ۲۷ دسمبر ۱۹۳۷ء

اصلاح عقائد میں ہماری کامیابی

"عقائد کی اصلاح کے متعلق جو تعلیم حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے پیش فرمائی اُس کے متعلق ہم یہ دیکھتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اسمیں ہمیں ایسی عظیم الشان کامیابی حاصل ہوئی ہے۔ کہ وہی امور جن کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر کفر کے فتوے لگاتے تھے۔ جنہیں خلاف عقل تسلیم کرتے تھے۔ جنکو ماننے اور قبول کرنے کیلئے ملک کا کوئی طبقہ تیار نہ تھا۔ آج ہماری جماعت کے شدید سے شدید معاند اور بدترین مخالف بھی نہ صرف یہ کہ اُن کی تردید نہیں کرتے۔ بلکہ اُنہیں تسلیم

کرنے اور اُن کی درستی کا اقرار کرتے ہیں۔ اور اب بجائے یہ اعتراض کرنے کے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے قرآن مجید کی تعلیم کے خلاف عقائد دنیا میں پھیلائے۔ لوگ اگر کہتے ہیں تو یہ کہ یہ سب باتیں تو پہلے سے قرآن مجید میں موجود تھیں۔ حضرت مرزا صاحبؑ کا اُنہیں پیش کرنا ان کی کونسی خوبی اور کمال ہے؟ یہ تغیر کوئی معمولی تغیر نہیں پچاس سال کے اندر دنیا کے لاکھوں نہیں کروڑوں افراد کے قلوب میں ایسا حیرت انگیز اور عظیم الشان انقلاب پیدا ہوجانا الٰہی نصرت اور اُس کی تائید کے بغیر ممکن نہیں اور پھر یہ تغیر نہ صرف ہندوستان میں پیدا ہوا بلکہ ہندوستان سے باہر بھی پیدا ہوچکا ہے۔ پیدا ہورہا ہے۔ اور پیدا ہوتا چلا جائے گا۔ اور دنیا کی کوئی طاقت اِس تغیر کو رونما ہونے سے نہیں روک سکتی۔"

"الفضل" خطبہ فرمودہ ۲۹ مئی سنہ ۱۹۳۶ء

دوسروں کے بزرگوں کا ادب

"جبکہ ہم دوسروں سے امید کرتے ہیں۔ کہ وہ بھی ہمارے بزرگوں کا ادب کریں تو کوئی وجہ نہیں کہ دوسروں کے لیڈروں کا ہم احترام نہ کریں اِس کا یہ مطلب نہیں۔ کہ ہم خیالات میں بھی اُن سے متفق ہوگئے ہیں۔ اگر میری نسبت کوئی غیر احمدی حضرت صاحب کا لفظ استعمال کردے تو کیا اُس کا یہ مطلب ہوگا۔ کہ اُس نے اپنے ہم عقیدہ لوگوں سے غداری کی۔ اگر آپ لوگ یہ امید کرتے ہیں کہ دوسرے آپکے امام کی عزت کریں تو

کوئی وجہ نہیں کہ آپ دوسروں کے لیڈروں کی عزت نہ کریں۔ اسی لئے قرآن کریم نے یہ تعلیم دی ہے۔ کہ تم کسی کے بت کو بھی گالی نہ دو۔ کیونکہ وہ خدا کو گالی دینگے۔"

"الفضل خطبہ جمعہ فرمودہ ۵ جون ۱۹۳۶ء"

عملی اصلاح کے لئے قربانی کی ضرورت

"اور جب تک ہم اس بات پر تیار نہیں ہو جائیں گے۔ کہ خواہ ہمیں اپنی بیویوں اپنے بیٹوں اپنی ماؤں اپنے باپوں اپنے بھائیوں۔ اپنی بہنوں اپنے دوستوں اپنے عزیزوں اور اُن کے رشتے داروں سے الگ ہونا پڑے۔ تو ہم الگ ہونے کے لئے تیار رہیں۔ اسوقت تک عملی اصلاح ہو سکتی۔ عملی اصلاح کیلئے ہمیں وہی طریق اختیار کرنا پڑے گا جو ہر نبی کے زمانہ میں اختیار کیا جاتا ہے۔ کہ خاوند کو بیوی سے بیوی کو خاوند سے بچے کو ماں سے۔ ماں کو بچے سے بھائی کو بہن سے اور بہن کو بھائی سے الگ ہونا پڑتا ہے۔ اس قربانی کو اختیار کئے بغیر اب چارہ نہیں۔ کیونکہ اس کے بغیر احمدیت ایک تمسخر رہ جاتی ہے۔ لیکن جب ہم اس امتحان میں کامیاب ہو جائیں گے۔ جب ہم خدا کیلئے اپنے عزیزوں اور رشتہ داروں کی جدائی کو برداشت کرلیں گے۔ تو جیسا کہ خدا تعالیٰ کی یہ سنت ہے۔ کہ وہ بچھڑے ہوؤں کو ملاتا ہے۔ ہماری جماعت کے بچھڑے ہوئے عزیز بھی مل جائیں گے۔ اگر خدا تعالیٰ کی رضا کے لئے

کسی وقت خاوند کو بیوی چھوڑنی پڑے۔ یا بیوی کو خاوند چھوڑنا پڑے۔ ماں باپ کو بچے چھوڑنے پڑیں۔ اور بچوں کو ماں باپ سے الگ ہونا پڑے اسی طرح بھائی بھائی سے اور بہن بہن سے خدا کیلئے جُدا ہوجائے۔ تو یقیناً اِس سے ہمیں نقصان نہیں ہوگا۔ بلکہ جب ابتلا میں ہماری جماعت کامیاب ہوجائیگی۔ تو پھر خدا ماؤں۔ باپوں۔ بیویوں۔ بھائیوں۔ بہنوں۔ بھانجوں۔ پھوپھیوں اور خالاؤں کو اکٹھا کردے گا۔ مگر وہ ایک دفعہ اِس قربانی کو چاہتا ہے۔ جو اعمال کے اصلاح کیلئے ضروری ہے“۔

الفضل خطبہ فرمودہ ۱۲ جون ۱۹۳۶ء

خُدام الاحمدیہ ــــــ اسلامی فوج

”خدام الاحمدیہ کا کام کوئی معمولی کام نہیں۔ یہ نہایت ہی اہمیت رکھنے والا کام ہے۔ اور درحقیقت خُدام الاحمدیہ میں داخل ہونا اور اُس کے مقرر کردہ قواعد کے ماتحت کام کرنا ایک اسلامی فوج تیار کرنا ہے“۔

”مگر ہماری فوج وہ نہیں جس کے ہاتھوں میں بندوقیں یا تلواریں ہوں۔ بلکہ...... دلائل مذہبی دعائیں اور اخلاقِ فاضلہ ہی ہماری توپیں اور یہی تلواریں ہیں۔ انہی توپوں اور انہی تلواروں سے ہم نے دنیا کے تمام ادیان کو فتح کرکے اسلام کا پرچم لہرانا اور اُن پر غلبہ و اقتدار حاصل کرنا ہے۔ اور اگر نوجوانوں میں یہ مہم جاری رہی۔ تو ہم اللہ تعالےٰ کے فضل سے بہت جلد ایک نہایت ہی اعلیٰ درجہ کی مسلح فوج تیار کرلینگے۔ جسکے مقابلہ میں کوئی دشمن نہیں ٹھہر سکیگا۔

"میں دیکھ رہا ہوں کہ سلسلہ پر کیا کیا حملہ کیا جائیگا۔ اور میں دیکھ رہا ہوں۔ کہ ہماری طرف سے ان حملوں کا کیا جواب دیا جائیگا۔ ایک ایک چیز کا اجمالی علم میرے ذہن میں موجود ہے۔ اور اسی کا ایک حصّہ خدام الاحمدیہ ہیں۔ اور درحقیقت یہ روحانی ٹریننگ اور روحانی تعلیم و تربیت ہے۔ اس فوج کی جس فوج نے احمدیت کے دشمنوں سے مقابلہ میں جنگ کرنی ہے۔ جسنے احمدیت کے جھنڈے کو فتح اور کامیابی کے ساتھ دشمن کے مقام پر گاڑنا ہے۔ بیشک وہ لوگ جو ان باتوں سے واقف نہیں وہ میری ان باتوں کو نہیں سمجھ سکتے ..... کیونکہ آج نوجوانوں کی ٹریننگ اور اُن کی تربیت کا زمانہ ہے اور ٹریننگ کا زمانہ خاموشی کا زمانہ ہوتا ہے۔ لوگ سمجھ رہے ہوتے ہیں کہ کچھ نہیں ہو رہا مگر جب قوم تربیت پا کر عمل کے میدان میں نکل کھڑی ہوتی ہے۔ تو دنیا انجام دیکھنے لگ جاتی ہے۔ درحقیقت ایک ایسی زندہ قوم جو ایک ہاتھ کے اُٹھنے پر اُٹھے۔ اور ایک ہاتھ کے گرنے پر بیٹھ جائے۔ دنیا میں عظیم الشان تغیر پیدا کر دیا کرتی ہے۔"

الفضل ۷ راپریل ۱۹۳۹ء

اطاعت کی روح

"ایک ایسی زندہ قوم جو ایک ہاتھ کے اُٹھنے پر اُٹھے اور ایک ہاتھ کے گرنے پر بیٹھ جائے دنیا میں عظیم الشان تغیر پیدا کر دیا کرتی ہے۔ جس دن یہ روح ہماری جماعت میں پیدا ہو جائیگی۔ اُسدن جسطرح باز چڑیا پر حملہ کرتا اور اُسے توڑ مروڑ کر رکھ دیتا ہے اسیطرح احمدیت اپنے شکار پر گریگی۔ اور تمام دنیا کے ملک چڑیا کیطرح اُسکے پنجہ میں آجائیں گے۔ اور دنیا میں اسلام کا پرچم پھر نئے سرے سے لہرانے لگ جائیگا۔"

(الفضل ۷ راپریل ۱۹۳۹ء)

جماعت احمدیہ اور روحانی انقلاب

بیشک آج ہم وہ کام نہیں کرسکتے جو حکومت اور بادشاہت کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں۔ مگر وہ باتیں جو ہمارے اختیار میں ہیں۔ اُن پر آج سے ہی عمل شروع ہوجانا چاہئیے۔ اور پھر آئندہ قریب زمانہ میں جوں جوں شریعت کے احکام تفصیل سے لکھے جائیں۔ اِن تمام احکام کو عملی رنگ دیتے چلے جانا چاہئیے۔ اور جماعت اُن کو یاد کرتی چلی جائے۔ تا یہ نہ ہو۔ کہ وہ صرف چندہ دے کر یہ سمجھ لے۔ کہ اُس کا کام ختم ہوگیا۔ بلکہ اسلام کے تمام احکام پر عمل اُس کی غذا ہو۔ اور سنت و شریعت کا احیاء اُس کا مشغل ہو۔ یہاں تک کہ دنیا تسلیم کرے۔ کہ سوائے اُس حصہ کے جو خدا تعالےٰ نے چھین کر انگریزوں کو دے دیا ہے۔ باقی تمام امور میں جماعت احمدیہ نے فی الواقعہ ایک نیا آسمان اور ایک نئی زمین بنا دی ہے۔ اور ہم میں سے ہر شخص جہاں بھی پھر رہا ہو۔ اُسے دیکھ کر یہ نہ سمجھے کہ یہ بیسویں صدی میں انگریزوں کے پیچھے پھرنے اور مغربیت کی تقلید کرنے والا ایک شخص ہے۔ بلکہ یہ سمجھے کہ یہ آج سے تیرہ سو سال پہلے محمد صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کے زمانہ میں مدینہ کی گلیوں میں پھر رہا ہے۔

(لیکچر) انقلابِ حقیقی صہ۱۱۶ تا ۱۱۷ ۱۹۳۷ء

صحیح ایمان کے اثرات

"یہ کس طرح ممکن ہے۔ کہ تمہارے دل میں ایمان پایا جائے۔ اور پھر تم زید سے اور سلوک کرو۔ اور بکر سے اور سلوک کرو۔ مسلمان سے اور رنگ میں پیش آؤ اور ہندوؤں سکھوں اور عیسائیوں سے اور رنگ میں پیش آؤ۔ اگر تمہارے دل میں ایمان ہوگا۔ اگر تم واقع میں با اخلاق ہو گے۔ اور اگر تم حقیقت میں اپنے اندر نیکی اور تقویٰ رکھتے ہو گے۔ تو تمہاری نیکی کی خوشبو جس طرح تمہارے دوست کے ناک میں جائے گی۔ اسی طرح تمہارا دشمن بھی اس سے متاثر ہوگا۔ لیکن اگر ایسا نہیں اگر تمہارا دشمن تمہارے اندر اعلیٰ اخلاق نہیں دیکھتا۔ اگر تمہارے حسن سلوک کا وہ کوئی مشاہدہ نہیں کرتا۔ تو اس کے معنی یہ ہیں۔ کہ تمہارے اندر ایمان نہیں پایا جاتا۔ ورنہ کس طرح ممکن ہے۔ کہ ایک ہی شیشی کا منہ جب دوستوں کی طرف ہو۔ تو انہیں اس میں سے خوشبو آئے اور جب اس کا منہ دشمنوں کی طرف کر دیا جائے تو انہیں اس سے بدبو محسوس ہو۔ پس اخلاق کی درستی نہایت ہی ضروری چیز ہے۔ اور ہماری جماعت کے دوستوں کو اس طرف توجہ کرنی چاہئے یاد رکھو اخلاق کے بغیر کبھی وہ مضبوطی اور جرأت پیدا نہیں ہو سکتی جو اسلام پیدا کرنا چاہتا ہے۔ مومن اپنے ایمان میں ایسی پختگی رکھتا ہے۔ کہ وہ خدا تعالےٰ کے دین کے لئے ہر

قربانی کرنے کے لئے تیار رہتا ہے۔ زمین و آسمان ٹل سکتے ہیں لیکن اُس کی قربانی کے ارادے نہیں ٹل سکتے۔ کیونکہ وہ غیر متزلزل ہوتے ہیں۔ جیسے حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ کہ احد پہاڑ کے متعلق اگر تم سنو۔ کہ وہ اپنی جگہ سے بدل گیا ہے تو اُسے تسلیم کر لو لیکن تم اس بات کو کبھی تسلیم نہ کرو۔ کہ کسی شخص کی فطرت اور طبیعت بدل گئی ہے۔ اسی طرح جب ایمان کسی شخص کی طبیعت ثانیہ بن جاتا ہے تو اُسے کوئی طاقت ایمان سے منحرف نہیں کر سکتی۔ اُس کا سلوک جیسے مومنوں سے ہوتا ہے۔ اُسی طرح کافروں سے حسن سلوک کرنا اس کا شیوہ ہوتا ہے۔ جس طرح تمہاری شکلیں تبدیل نہیں ہو سکتیں جس طرح تمہارا رنگ تبدیل نہیں ہو سکتا۔ جس طرح یہ نہیں ہو سکتا۔ کہ تمہاری شکل تمہارے دوست کو اور طرح نظر آئے۔ اور تمہارے دشمن کو اور طرح دکھائی دے۔ تمہارا دوست تمہارے رنگ کو سفید سمجھے اور تمہارا دشمن تمہارے رنگ کو سیاہ سمجھے اسی طرح اگر ایمان تمہاری طبیعت ثانیہ بن چکا ہے تو یہ ناممکن ہے کہ تم ایک سے کچھ سلوک کرو۔ اور دوسرے سے کچھ سلوک کرو۔ لیکن اگر ایمان تمہاری طبیعت ثانیہ نہیں بنا تو جب بھی قربانی کا موقعہ آئے گا۔ تم پھسل جاؤ گے۔ اور تم کبھی بھی مومنوں کی صف میں کھڑے نہیں رہ سکو گے۔"

خطبہ۔ الفضل جلد ۳۲ نمبر ۸۴ مورخہ ۱۲ اپریل ۱۹۴۴ء

جماعت کو درسِ قربانی

"میں جماعت کو پھر توجہ دلاتا ہوں۔ کہ دیکھو رستہ دور کا ہے۔ وقت تھوڑا ہے۔ تمہاری کوششیں نامکمل ہیں۔ اور فتح کا دن نزدیک آ رہا ہے۔ تم جلد جلد قدم بڑھاؤ اور ہر میدان میں اسلام کے جانباز سپاہی بننے کی کوشش کرو۔ اگر تم میں ہر شخص اسلام کی فتح کیلئے اپنے خون کا آخری قطرہ تک بہا دیتا ہے۔ اگر تم میں سے ہر شخص اپنے جسم کا ذرہ ذرہ اسلام کی فتح کیلئے اِس طرح اڑا دیتا ہے۔ جس طرح روئی دھنکنے والا روئی کے ذرّات کو ہوا میں اڑاتا ہے تو تمہاری اِس سے زیادہ خوش قسمتی اور کوئی نہیں ہو سکتی۔ تمہارا فرض ہے۔ کہ تم باہر نکل جاؤ۔ اور جو لوگ ہماری جماعت میں سے جاہل ہیں۔ اُن کو مجبور کرو۔ کہ وہ اسلام کی تعلیم کو سیکھیں۔ اور قرآن کریم کے احکام پر عمل کریں۔ اسی طرح جماعت کے افراد کا فرض ہے کہ وہ آگے بڑھیں اور اسلام کی خدمت کے لئے اپنی زندگیوں کو وقف کر دیں۔ ضرورت ہے۔ کہ ہمارے پاس ہزاروں ایسے لوگ ہوں۔ جو دین کو پوری طرح سیکھے ہوئے ہوں۔ تا کہ جب بھی کوئی ملک اسلام کیلئے فتح ہو۔ اور اللہ تعالیٰ اُس میں نیک تغیر پیدا کرے تو ہمارے پاس اس مُلک کو سنبھالنے والی جماعت بھی موجود ہو۔ اور ہم یہ نہ کہہ سکیں کہ مُلک تو اسلام کیلئے فتح ہو گیا مگر جماعت اسکو سنبھالنے کیلئے تیار نظر نہیں آتی۔ ہمارے پاس وہ آدمی موجود ہونے چاہئیں جنکو اس مُلک میں پھیلایا

جا سکے۔ ہمارے پاس وہ لٹریچر موجود ہونا چاہیئے جو اس ملک میں شائع کیا جا سکے۔ ہمارے پاس وہ کتابیں موجود ہونی چاہیئں جو اس ملک کے کونے کونے میں پھیلائی جا سکیں۔ ہمارے پاس روپیہ موجود ہونا چاہیئے جس سے مبلغین کے سفر خرچ اور دیگر اخراجات کا انتظام کیا جا سکے۔ اس طرح ضروری ہے کہ اسلام کی جائیدادیں ہماری اپنی جائدادوں سے لاکھوں بلکہ کروڑوں گنا زیادہ ہوں۔ اور ہماری مالی قربانیاں اسلام کے فنڈ کو اس قدر مضبوط کر دیں کہ جب کسی ملک میں اسلامی لشکر بھجوانے کی ضرورت محسوس ہو۔ تب سپاہیوں کے لئے روحانی گولہ بارود کی ضرورت ہو۔ جب لوگوں کی پیاس بجھانے کیلئے لٹریچر فراہم کرنا ضروری ہو۔ تو ہمارے پاس اسقدر سامان موجود ہو۔ کہ بغیر کسی قسم کے فکر کے اور بغیر اس کے کہ ہمارے سپاہیوں کو کسی قسم کی تشویش ہو۔ اسلام کی ان تمام ضروریات کو پورا کریں۔"

خطبہ جمعہ مطبوعہ الفضل ۲۷ر اپریل ۱۹۴۴ء

مومن اور جنت

"سچا مومن قربانی اس لئے نہیں کرتا۔ کہ اُسے جنت مل سکے بلکہ خدا تعالیٰ کی خوشی کیلئے کرتا ہے۔ بلکہ یوں کہنا چاہیئے۔ کہ وہ جنت اس لئے حاصل کرتا ہے۔ کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی خوشی ہے۔ اور مومن دوزخ کے آثار یعنی دنیوی تکالیف کو قبول کرتا ہے۔ تو اس لئے نہیں کہ اُسے جنت ملے۔ بلکہ اس لئے کہ خدا تعالیٰ کی رضا حاصل ہو۔ اور اُس کا خُدا

اس سے خوش ہو جائے ۔...... مومن کے سامنے صرف رضا الہیٰ ہوتی ہے ۔ جنت یا دوزخ نہیں ۔ وہ اگر جنت میں جاتا ہے ۔ تو اِس لئے کہ اس میں اُس کے خدا کی رضا ہے ۔ جنت کے متعلق رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ہے کہ لا عین رأت ولا اذن سمعت ولا خطر علی قلب بشر یعنی اُس کی نعمتیں ایسی ہوں گی ۔ کہ نہ کبھی انسانی آنکھ نے دیکھیں نہ کانوں نے اُن کی تعریف سنی اور نہ ہی انسانی قلب میں اُن کا خیال گذرا ۔ یہ اس جنت کی تعریف ہے جس کا مومنوں کے لئے اللہ تعالےٰ نے وعدہ فرمایا ہے ۔ اور ہمارا ایمان ہے ۔ کہ خدا تعالےٰ قادر ہے ۔ اور وہ چاہے تو اِس سے کروڑوں گنا بڑی جنت بھی بنا سکتا ہے ۔ لیکن اگر ایسی جنت بنا کر بھی وہ اپنے عاشقوں سے یہ کہتا ہے کہ میری رضا تو اِسی میں ہے ۔ کہ تم جنت سے باہر رہو ۔ لیکن اگر تم چاہو ۔ تو مَیں تم کو اسمیں داخل کر سکتا ہوں ۔ تو وہ اس جنت پر کبھی تھوکے بھی نہ ۔ مومن تو اِس لئے جنت پسند کرتا ہے ۔ کہ اُس میں جانا اُس کے محبوب کی خواہش ہے ۔ اسی لئے خدا تعالےٰ نے جہاں جنت کا وعدہ فرمایا ۔ وہاں اپنے عاشقوں کا دل رکھنے کیلئے یہ فرمایا کہ فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی ۔ یعنی اے پاکیزہ روح فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی تو میرا سچا اور فرمانبردار بندہ ہوتے ہوئے اس باغ میں داخل ہو جا ۔ جسمیں مَیں بھی تیرے ساتھ ہوں گا ۔ خطبہ جمعہ مطبوعہ الفضل مورخہ ۱۳ ستمبر ۱۹۴۴ء

تحریک جدید کے دورِ ثانی میں جماعت کو قربانیوں کی تحریک

"ہمیں چاہیئے۔ کہ ہمارے سامنے خواہ کس قدر مشکلات ہوں۔ ہم اپنے خون کے آخری قطرہ تک کو خدا تعالےٰ اور اسلام کی راہ میں بہا دیں۔ اور اگر ہم اس کے لئے تیار نہیں ہیں۔ اگر ہم اِس قربانی سے ہچکچاتے ہیں۔ اگر ہمیں ایسا کرنے میں کوئی تامل ہے۔ تو اِس کے معنے یہ ہیں۔ کہ ہمارا سلسلہ احمدیہ میں داخل ہونا محض ایک دکھاوا ہے۔ فریب ہے۔ مکاری ہے۔ اور دغا بازی ہے۔...... بیشک قربانیوں کا رستہ لمبا ہوتا جاتا ہے۔ مگر اچھی طرح یاد رکھو۔ کہ جب تک کوئی قوم زندہ رہنا چاہتی ہے۔ اُسے قربانیاں کرنی پڑیں گی۔ قربانی کے بغیر زندگی ممکن ہی نہیں۔ اور جسدن کوئی قوم یہ چاہے۔ کہ خدا تعالیٰ اُس سے قربانی کا مطالبہ نہ کرے اس کو ابتلاء میں نہ ڈالے تو اِس کے معنے یہ ہوں گے۔ کہ وہ چاہتی ہے کہ خدا تعالیٰ اسے چھوڑ دے۔ قربانی کے مطالبہ کے معنی یہ ہیں۔ کہ خدا تعالیٰ اسے یاد کر رہا ہے۔ اور جو شخص قربانی کے دروازہ کے بند کئے جانے کا خیال بھی دل میں لاتا ہے۔ وہ ایمان کی حقیقت سے واقف نہیں۔ جو امید رکھتا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ قربانی کے دروازہ کو بند کر دے۔ وہ گویا دعا کرتا ہے۔ کہ اے خدا مجھے چھوڑ دے۔ اے خدا مجھے بھول جا۔ اے خدا مجھے کبھی یاد نہ کر۔ اور ظاہر ہے کہ ایسی دعا کرنے والا مومن نہیں ہو سکتا۔"

خطبہ جمعہ مطبوعہ الفضل ۔۔۔ نومبر ۱۹۴۴ء

حضرت اسمٰعیلؑ کے مثیل ہو!

"ہم ابراہیم ثانی کی روحانی نسل سے ہیں۔ اور جب تک یہ روحانی تعلق قائم ہے۔ ہمیں کوئی نہیں مٹا سکتا۔ یہ روحانی تعلق قائم رکھنے کے لئے ضروری ہے۔ کہ ہم میں سے ہر ایک اپنے آپ کو حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کا مثیل ثابت کرے۔ اور اپنی جان کو دین کی خدمت کے لئے ایک حقیر تحفہ کے طور پر پیش کر دے اور اُسے ایک بے حقیقت قُربانی قرار دے۔ پس جب تک ہماری جماعت کے دوست دین کے لئے اپنی قربانیاں پیش کرتے رہیں گے۔ جب تک وہ اسلام کی شمع پر پروانہ وار فدا ہونیکے لئے آگے بڑھتے رہینگے۔ دُنیا کی کوئی قوت اور کوئی طاقت بلکہ جیسا کہ میں کئی بار کہہ چکا ہوں۔ دنیا کی تمام طاقتیں اور تمام قوتیں اور تمام بادشاہتیں ملکر بھی ہم کو مٹا نہ سکیں گی۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ابراہیم قرار دیا ہے۔ اور تم اس ابراہیمؑ کے روحانی فرزند ہو۔ اسلئے تم وُہ کونے کا پتھر ہو۔ کہ جس پر تم گروگے وُہ بھی چکنا چور ہوجائیگا۔ اور جو تم پر گریگا۔ وہ بھی چکنا چور ہوجائیگا۔ دُنیا ہمکو ڈراتی ہے۔ ہمکو دھمکاتی ہے۔ اور اپنی طاقت وقوت کے مظاہرے کرتی ہے۔ بیشک ہم کمزور ہیں۔ اور ظاہری طاقت وقوت کے لحاظ سے ہمارا ان سے لڑنا مشکل نہیں مگر انجام ہمارے خلاف نہیں ہے۔ دشمن جتنا بھی ہمکو ڈبوئینگے۔ اتنا ہی ہم ابھرینگے جتنا بھی وُہ ہمکو نیچے پھینکنا چاہینگے۔ اتنا ہی ہم اُونچا اُٹھینگے۔ جتنا وُہ ہمکو قتل کرنا چاہینگے خدا تعالیٰ اتنی ہی ہمیں نمایاں زندگی دیگا۔ بشرطیکہ ہم میں سے ہر ایک اسمٰعیل کا نمونہ بنجائے۔"

(خطبہ عید الاضحیہ مطبوعہ الفضل یکم ستمبر ۱۹۴۸ء)

منظوم کلام

نونہالانِ جماعت سے خطاب

نونہالانِ جماعت مجھے کچھ کہنا ہے
پر ہے یہ شرط کہ ضائع مرا پیغام نہ ہو

چاہتا ہوں کہ کروں چند نصائح تمکو
تاکہ پھر بعد میں مجھ پر کوئی الزام نہ ہو

جب گزر جائینگے ہم تم پہ پڑیگا سب بار
سستیاں ترک کرو طالبِ آرام نہ ہو

خدمتِ دین کو اک فضلِ الٰہی جانو
اُس کے بدلے میں کبھی طالبِ انعام نہ ہو

دل میں ہو سوز تو آنکھوں سے رواں ہوں آنسو
تم میں اسلام کا ہو مغز فقط نام نہ ہو

سر میں نخوت نہ ہو آنکھوں میں نہ ہو برقِ غضب
دل میں کینہ نہ ہو لب پر کبھی دُشنام نہ ہو

خیر اندیشیِ احباب رہے مدِّ نظر
عیب چینی نہ کرو مفسد و نمّام نہ ہو

چھوڑ دو حرص کرو زہد و قناعت پیدا
زر نہ محبوب بنے سیم دل آرام نہ ہو

جو صداقت بھی ہو تم شوق سے مانو اس کو
علم کے نام سے پر تابعِ اوہام نہ ہو

اپنی اس عمر کو اک نعمتِ عظمیٰ سمجھو!
بعد میں تاکہ تمہیں شکوۂ ایام نہ ہو

شکل مے دیکھ کے گرنا نہ مگس کی مانند
دیکھ لینا کہ کہیں دُردِ تہِ جام نہ ہو

یاد رکھنا کہ کبھی بھی نہیں پاتا عزت
یار کی راہ میں جب تک کوئی بدنام نہ ہو

کام مشکل ہے بہت منزلِ مقصود ہے دُور
اے مرے اہلِ وفا سست کبھی گام نہ ہو

حشر کے روز نہ کرنا ہمیں رسوا و خراب
پیارو آموختہ درسِ وفا خام نہ ہو

ہم تو جس طرح بنے کام کیے جاتے ہیں
آپ کے وقت میں یہ سلسلہ بدنام نہ ہو

میری تو حق میں تمہارے یہ دعا ہے پیارو
سر پہ اللہ کا سایہ رہے ناکام نہ ہو

ظلمتِ رنج و غم و درد سے محفوظ رہو
مہرِ انوار درخشندہ رہے شام نہ ہو

حنیف ۱۹۳۴ء